ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

جنوری ۲۰۱۶ء
1
ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ

ترجمہ: وہ اپنی خودی وارادے سے کچھ نہیں کہتا۔ اس کے منہ سے جو کچھ نکلتا ہے وہی ہے جو اس پر وحی ہوتا ہے (النجم آیت: ۳،۴)

- قافلۂ احرار اور تحفظِ ختمِ نبوّت
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن
- مسلم ممالک کا فوجی اتحاد
- علامہ اقبال، اکابر علماءِ حق اور قادیانیت
- دینی مدارس کی قدر و منزلت
- مجلس احرار اسلام ...... شاہ جی کی زندہ تحریک

داعیوں کا کردار

جن لوگوں نے قرن اوّل سے لے کر اب تک اسلام قبول کیا ہے وہ محض گفتار سے متاثر نہ ہوئے تھے۔ انھیں داعیوں کے کردار نے متاثر کیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔

اچھی تعلیم تو ہر مذہب میں مل جاتی ہے اصل مسئلہ اس تعلیم کی اساس اور تربیت پر انسانی معاشرے کا قیام ہے اسلام نے اونچ نیچ ختم کی، غریبوں کو سرداری بخشی، ہزاروں خداؤں سے نجات دلا کر صرف ایک خدا کا بندہ بنایا اور خدا بھی ان دیکھا کہ ہماری آنکھیں اس کو دیکھ ہی نہیں سکتیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساری خدائی میں اسلام پھیلنے لگا۔ یہ گڈریوں کی جہاں بانی کا اعجاز تھا کہ نصف کائنات مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گئی۔

لیکن اب مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ سیاسی مسلمان ہو گئے ہیں۔ سیاست دانوں نے تبلیغ اسلام کی رفتار روک دی ہے۔ اب کوئی مسلمان ہوتا ہے تو اسے معاشی ضرورت کھینچ لاتی ہے یا پھر عشق و نفس کی مہربانی ہوتی ہے۔

وہ نوجوان جو جدید تعلیم سے آراستہ ہیں اگر دین کی طرف آجائیں تو تبلیغ دین زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔ ہم مولویوں نے دین کو محفوظ رکھا۔ کیا یہی کم ہے؟

نوجوانو!

یہ فریضہ اب تم سنبھالو اور اسلام کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچاؤ کہ تم بھی تو اس جدوجہد کے امین ہو۔

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 27 شمارہ 1 ربیع الاوّل 1437ھ / جنوری 2016ء

Regd.M.NO.32

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
حضرت پیرجی ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقاءِ فکر
عبد اللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن نمبر
محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ---- 200/- روپے
بیرون ملک ---- 4000/- روپے
فی شمارہ ---- 20/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

تشکیل

دل کی بات:	قافلۂ احرار اور تحفظِ ختمِ نبوت	سید محمد کفیل بخاری	2
انتخاب:	ظہورِ قدسی صلی اللہ علیہ وسلم	امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ	7
افکار:	مسلم ممالک کا فوجی اتحاد	مولانا زاہد الراشدی	8
//	وزیر اعظم نواز شریف کا کھٹ راگ اور لبرل ازم کا الاپ حقائق کی روشنی میں	پروفیسر خالد شبیر احمد	10
//	دینی مدارس کی قدر و منزلت	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ	13
//	اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے	اوریا مقبول جان	16
//	روہنگیا مسلمان اور الحاقِ پاکستان	سید شہاب الدین شاہ	18
//	عاشقِ ختمِ نبوت عابد ہاشمی، غیر انسانی سلوک کا نشانہ	نجم الحسن عارف	20
ادب:	نعت	مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	23
دین و دانش:	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	41
//	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جزیرۃ العرب کی مذہبی حالت	ابو معاویہ سید واجد علی ہاشمی	43
//	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ...... ہمارا فیصلہ ہے	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	48
//	کیا ابھی وقت نہیں آیا......؟	ابو طلحہ عثمان	50
مطالعۂ قادیانیت:	علامہ اقبال، اکابر علماء حق اور قادیانیت	خادم ختم نبوت محمد سہیل باوا	51
ماضی کے جھروکوں سے:	مجلس احرار اسلام...... شاہ جی کی زندہ تحریک	مولانا حافظ عبد الرشید ارشد رحمۃ اللہ علیہ	55
اخبار الاحرار:	چار دن لاہور میں!	مفتی قاضی ذیشان آفتاب	60
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	مدیر	62

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظِ ختمِ نبوّۃ شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　سید محمد کفیل بخاری

قافلۂ احرار اور تحفظ ختمِ نبوّت

۱۲؍ربیع الاوّل کو مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام چناب نگر میں ۳۸ ؍ویں سالانہ ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں معروف علماء و مشائخ، دانشور، صحافی، سکالرز، مختلف مکاتبِ فکر کے رہنماء اور عوام شریک ہو رہے ہیں۔ ذیل کی تحریر میں احرار اور تحفظ ختم نبوت کی مناسبت سے ہی مجھے چند معروضات پیش کرنی ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت' اسلام کی روح، ایمان کی جان اور وحدتِ امت کی اساس ہے۔ امتِ مسلمہ کی بقاء و استحکام اسی عقیدہ میں مضمر ہے۔ یہود و نصاریٰ نے تکمیل دین کے اعلان کے بعد پہلی ضرب عقیدۂ ختم نبوت پر لگائی تا کہ امتِ مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے۔ نبی ختمی مرتبت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسود عنسی کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کے حکم پر حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور مسیلمہ کذاب کو خلیفۂ بلافصل رسول، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت وحشی بن حرب اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما نے قتل کیا۔ جہادِ یمامہ میں بارہ سو صحابہ شہید ہوئے مگر انہوں نے خاتم النبیین ﷺ کے قولِ فیصل مَنِ ارْتَدّ فَاقْتُلُوْہُ ''جو مرتد ہو جائے' اسے قتل کردو'' کو سچ کر دکھایا۔

یوں تو چودہ صدیوں میں سو سے زائد ملعون اور جھوٹے افراد نے نبوت کے دعوے کیے اور اپنے اپنے عہد میں عبرتناک انجام سے دوچار ہو کر جہنم کا ایندھن بنے مگر گزشتہ صدی کے آخر میں ہندوستان کے نصرانی حکمران' انگریز نے امتِ مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے ایک ملعون شخص مرزا قادیانی کو اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے منتخب کیا۔ یہ شخص (بقول خود) ''انگریز کا وفادار اور خود کاشتہ پودا'' تھا اور اسی وفاداری کے تحت اس نے پہلے اپنے آپ کو مبلغ و مناظر اسلام کے طور پر متعارف کرایا اور پھر بتدریج مجدد، مہدی، مسیح موعود، ظلی و بروزی نبی اور آخر میں معاذ اللہ محمد واحمد ہونے کا دعویٰ کیا۔ سب سے پہلے علماء لدھیانہ اور بعد میں علماء دیوبند نے اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ مسلمانوں میں اضطراب بڑھا اور محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ نے فتنۂ قادیانیت کے عوامی محاسبہ کے لیے علماء حق کو تیار کیا۔ مارچ ۱۹۳۰ء میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کی انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسہ میں حضرت انور شاہ کاشمیریؒ نے پانچ سو علماء کی معیت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو ''امیر شریعت'' منتخب کیا اور اُن کے ہاتھ پر فتنہ قادیانیت کے محاسبہ و تعاقب کے لیے زندگی وقف کرنے کی بیعت کی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے مجلس احرار اسلام کے تحت ''شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت'' قائم کر کے قافلۂ ختم نبوت تشکیل دیا۔ مرزا کی جنم بھومی قادیان

میں مجلس احرار اسلام کا دفتر، مدرسہ، مسجد اور لنگر خانہ قائم کیا۔قادیانیوں نے تشدد، قتل، خوف و ہراس اور مسلمانوں کو زدوکوب کرنے کے تمام ہتھکنڈے آزمائے مگر منہ کی کھائی۔

قادیانیوں نے کشمیر کو اپنی سازشوں کا مرکز بنایا تو مجلس احرار نے ۱۹۳۰ء کی تحریک کشمیر میں پچاس ہزار کارکنوں کی گرفتاری اور چنیوٹ کے الٰہی بخش شہید سمیت کئی کارکنوں کی شہادت پیش کر کے قادیانیوں کی سازش ناکام کی اور ڈوگرہ راج کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

مجلس احرار اسلام نے میاں قمر الدین رحمہ اللہ (لاہور) کو ''ختم نبوت وقف قادیان'' کا صدر اور مولانا عنایت اللہ چشتیؒ (ساکن چکڑالہ ضلع میانوالی) کو قادیان میں پہلا مبلغ مقرر کیا۔ پھر احرار رہنما، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مولانا لعل حسین اخترؒ اور قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ قادیان میں مرکز احرار اسلام میں بیٹھ کر قادیانیوں کو للکارتے اور مسلمانوں کے حوصلے بڑھاتے رہے۔

۲۱، ۲۲، ۲۳/ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو مجلس احرار اسلام نے قادیان میں تین روزہ عظیم الشان ''احرار تبلیغ کانفرنس'' منعقد کی، جس میں تمام زعماء احرار اور ہندوستان بھر کے علماء خصوصاً حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت مفتی کفایت اللہ، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہم اللہ نے شرکت کی۔حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حلقہ کے تمام علماء سمیت تائید و حمایت کر کے مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے لیے اپنی طرف سے مالی تعاون فرمایا اور بیس سال کے لیے شعبۂ تبلیغ کی رکنیت فیس ادا کر کے اس کے مستقل رکن بھی بنے۔ اس مشن میں مجلس احرار اسلام کو برصغیر کے تمام علماء و مشائخ کی تائید و حمایت اور دعا و تعاون حاصل تھا۔ الحمدللہ! قادیانیوں کی ہوا اکھڑ گئی اور احرار کے قافلۂ تحفظ ختم نبوت کو فتح حاصل ہوئی۔

قیامِ پاکستان کے بعد قادیانیوں نے پاکستان کی سلامتی کو نقصان پہنچانے کی سازش کی اور انگریز کا حق نمک ادا کرتے ہوئے ملک دشمن منصوبوں کی تکمیل کے لیے سرگرم ہو گئے۔ انگریزوں کے ایماء پر پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کو بنایا گیا۔ جس نے تمام ریاستی وسائل کو قادیانی ارتداد کی تبلیغ اور اقتدار پر شب خون مارنے کی سازشوں کو پروان چڑھانے پر صرف کیا۔ ملک پر عملاً قادیانیوں کی حکومت تھی۔ مرزا بشیر الدین ۱۹۵۲ء میں بلوچستان کو ''احمدی سٹیٹ'' بنانے کی پیش گوئیاں کر رہا تھا۔ ان حالات میں مجلس احرار اسلام نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تمام مکاتبِ فکر کے جید علماء کو متحد کر کے ''کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' تشکیل دی۔

۱۹۵۳ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت برپا ہوئی۔ سفاک و ظالم جنرل اعظم خان نے مارشل لاء لگا دیا۔ بدترین ریاستی تشدد کے ذریعے ہزاروں سرفروشانِ احرار اور فدائیانِ ختم نبوت کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا، تمام رہنما قید کر لیے

گئے، بظاہر تحریک کو تشدد کے ذریعے کچل دیا گیا۔ مجلس احرار اسلام کو خلافِ قانون قرار دے کر ملک بھر میں احرار کے تمام دفاتر سر بمہر اور ریکارڈ قبضہ میں لے کر تلف کر دیا گیا۔ زعماءِ احرار چین سے بیٹھنے والے کہاں تھے۔ ۱۹۵۴ء میں قید سے رہا ہوئے تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا عبدالرحمن میانویؒ اور دیگر احرار رہنما سر جوڑ کر بیٹھے۔ مجلس احرار اسلام پر پابندی کے باوجود تحفظ ختم نبوت کے مشن کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ ستمبر ۱۹۵۴ء میں احرار کی شیرازہ بندی کر کے اور شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کو بحال کر کے ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے نام سے کام کا آغاز کیا گیا۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۲ء تک مجلس احرار خلافِ قانون رہی۔ لہٰذا مجلس تحفظ ختم نبوت کے نامِ خوش نام سے احرار پھر سرگرمِ عمل ہو گئے۔ ۲۱؍ اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر شریعت کا انتقال ہو گیا۔ ۱۹۶۲ء میں ایوب خان نے سیاسی جماعتوں سے پابندیاں اٹھائیں تو جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے مشورے پر احرار کے احیاء کا اعلان کیا اور ضیغمِ احرار شیخ حسام الدینؒ کی قیادت میں احرار پھر جادہ پیما ہوئے۔ مجلس احرار اسلام سیاسی اور عوامی میدان میں قادیانیوں اور قادیانی نواز قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہوئی تو مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی محاذ پر قادیانیوں کا محاسبہ اور تعاقب کرنے لگی۔ مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت ایک ہی کام کے دو نام ہیں۔ ان میں گل و بلبل کا رشتہ ہے۔ مجلس احرار اسلام گل ہے تو مجلس تحفظ ختم نبوت بلبل، اور یہ بلبل گلستانِ احرار کے ہر گل سے لطف اندوز ہوتی رہی ہے۔

شہداء ختم نبوت کا خونِ بے گناہی رنگ لایا تو ۱۹۷۴ء میں ایک بے مثال تحریک کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ آئینی ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، قائدِ احرار حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانی، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ، نواب زادہ نصر اللہ خانؒ، پروفیسر عبدالغفور احمد اور دیگر رہنماؤں کی قیادت میں تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

جون ۱۹۷۵ء میں ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ قادیانیوں کے مرکز ربوہ میں فاتحانہ انداز کے ساتھ داخل ہوئے اور تبلیغی جلسوں کے ذریعے قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ۲۷؍ فروری ۱۹۷۶ء میں چناب نگر (سابق ربوہ) میں مجلس احرار اسلام نے مسلمانوں کی پہلی جامع مسجد ''مسجد احرار'' قائم کی۔ جس کا سنگِ بنیاد جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے اپنے دستِ حق پرست سے رکھا۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے سابق صدر مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے بھی اس موقع پر خطاب فرمایا۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی امامت میں نمازِ جمعہ ادا کی گئی۔ ابناء امیر شریعت اور دیگر کارکنانِ احرار کو گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت مولانا

سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ اور حضرت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے یہاں مدرسہ ختم نبوت و مسجد قائم کر کے قادیانی ''قصرِ خلافت'' میں زلزلہ بر پا کر دیا۔

۱۹۸۴ء میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم اور دیگر تمام دینی وسیاسی رہنماؤں کی قیادت میں تحریک تحفظ ختم نبوت بر پا ہوئی تو قانونِ امتناع قادیانیت کے اجراء کی صورت میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

مجلس احرار اسلام کا قافلۂ تحفظ ختم نبوت پوری آب وتاب کے ساتھ رواں دواں ہے۔ مجلس کے زیر انتظام ملک بھر میں اس وقت تیس مراکز ختم نبوت، محاسبۂ قادیانیت اور دعوت اسلام کی جہدِ مبین میں مصروف ہیں۔ برطانیہ میں جناب شیخ عبدالواحد اور جرمنی میں جناب سید منیر احمد بخاری ''احرار ختم نبوت مشن'' کی نگرانی کر رہے ہیں۔ چناب نگر (ربوہ) میں قائدِ احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم ہمہ وقت مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار میں موجود ہیں۔ نیز مولانا محمد مغیرہ قادیانیوں سے گفتگو، مناظرہ اور دعوت اسلام کے ساتھ ساتھ مبلغین ختم نبوت بھی تیار کر رہے ہیں۔ مسجد احرار چناب نگر میں سالانہ ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' ۱۲/ربیع الاوّل کو منعقد ہوتی ہے۔ اسی طرح چنیوٹ، لاہور، چیچہ وطنی، ملتان، تلہ گنگ، گجرات اور دیگر شہروں میں بھی تحفظ ختم نبوت کے سالانہ اجتماعات ہوتے ہیں۔ مرکز احرار لاہور اور مدرسہ معمورہ ملتان میں تحفظ ختم نبوت کورسز منعقد ہوتے ہیں۔ ردّ قادیانیت پر ہزاروں کی تعداد میں لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ مرکز احرار چناب نگر میں مسلمانوں کے لیے فری میڈیکل ڈسپنسری کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اور عنقریب مریضوں کا باقاعدہ علاج شروع ہو جائے گا۔ مجلس احرار اسلام کی موجودہ قیادت امیر مرکزیہ ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، ناظم اعلیٰ جناب عبداللطیف خالد چیمہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، میاں محمد اویس اور ڈاکٹر محمد عمر فاروق اپنے رفقاء کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ قادیانیت کے محاسبہ وتعاقب میں فعال وسرگرم ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ، مجلس احرار اسلام کی پہچان، شناخت، تعارف اور نصب العین ہے۔ مسلمانوں کے ایمانوں کا تحفظ، فتنۂ قادیانیت کا استیصال اور تردید، قادیانیوں کو اسلام کی دعوت وتبلیغ، تمام دینی قوتوں کی حمایت ونصرت ہماری جدوجہد کے اہداف ہیں۔

اسلام کی سربلندی، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور وطن عزیز پاکستان سے محبت کرنے والی تمام جماعتیں، ادارے، علماء اور کارکن ہمارے فطری حلیف ہیں، حریف نہیں۔

ہم سب کو ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر، قدم سے قدم اور شانے سے شانہ ملا کر رضاء الٰہی اور شفاعت حضرت خاتم النبیین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کے لیے جدوجہد کرنی ہے۔

مجلس احرارِ اسلام نے ۲۹؍ دسمبر ۱۹۲۹ء کو امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ اور دیگر اکابر رحمہم اللہ کی قیادت میں ایک فکری و تحریکی سفر کا آغاز کیا تھا۔ اکابرِ احرار نے مسلمانوں کے دینی عقائد و اعمال کے تحفظ کے ساتھ ساتھ قومی و سیاسی تحریکوں اور سماجی خدمت کے میدان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اس سفر میں قید و بند کی تمام صعوبتیں برداشت کیں۔ حتیٰ کہ احرار کارکنوں اور رہنماؤں نے اپنی جانیں بھی اللہ کے راستے میں قربان کیں۔

محدث العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو ''امیر شریعت'' منتخب کر کے مجلس احرار اسلام کو تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم کیا تھا۔ الحمد للہ احرار آج بھی محاذِ ختم نبوت پر دادِ شجاعت دے رہے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء کی ''احرار تبلیغ کانفرنس'' قادیان سے لے کر ۱۲؍ ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ (۲۴؍ دسمبر ۲۰۱۵ء) کو چناب نگر میں منعقد ہونے والی تحفظ ختم نبوت کانفرنس و جلوس دعوتِ اسلام تک ۸۶ سالہ تحریکی سفر میں احرار کارکنوں اور قائدین نے جس استقامت اور جرأت و ایثار کا مظاہرہ کیا' وہ اُن کے لیے توشۂ آخرت ہے۔ خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر ۱۹۳۴ء (قادیان) ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء (پاکستان) میں برپا ہونے والی تحاریک مقدس تحفظ ختم نبوت، احرار کی جدوجہد کا حاصل ہیں۔ اس وقت پاکستان میں دینی کام کے حوالے سے جو صورتحال ہے' وہ نہایت اہم ہے۔ دینی حلقوں کو اس کا مکمل ادراک کرتے ہوئے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ پُر امن آئینی راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ پورا مغرب عالمی طاغوت کی قیادت میں اسلام اور امت مسلمہ کے خلاف متحد ہے۔ ہمیں اس خوف ناک امتحان و آزمائش میں سرخرو ہونا ہے۔ دعوت و تبلیغ کے کام کو مزید بہتر اور منظم کرنا ہے جو نقصان ہو چکا اُسے یاد رکھنا اور جو بچ گیا اسے باقی رکھنے کی تدبیر و حکمت اختیار کرنا سب سے اہم کام ہے۔ اگر ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ بات سمجھانے میں کامیاب ہوگئے تو ان شاء اللہ مستقبل میں اپنے اہداف ضرور حاصل کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی و رسول محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو ایمان والوں کے لیے تا قیامت بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگانا اور غیر مسلموں خصوصاً قادیانیوں کو حکمت و موعظت حسنہ کے ساتھ اسلام کی دعوت دینا اور انہیں جنت کے راستے پر گامزن کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ مجلس احرار اسلام ۱۲؍ ربیع الاول کو چناب نگر میں یہی فریضہ ادا کرنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش اور محنت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیاوی خواہشات سے پاک ہوکر صرف اپنی رضا اور آخرت میں حصولِ فلاح کے لیے جدوجہد کی توفیق عطاء فرمائے، ہمیں اس راستے میں قبول فرمائے اور پیارے وطن پاکستان کو اسلام کا قلعہ اور امن و سلامتی کا گہوارہ بنائے۔ آمین یا رب العٰلمین

☆......☆......☆

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

ظہورِ قدسی صلی اللہ علیہ وسلم

’’رات لیلۃ القدر بنی سنوری ہوئی نکلی اور خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْر کی بانسری بجاتی ہوئی ساری دنیا میں پھیل گئی۔ موکلانِ شب قدر نے مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ کی سیجیں بچھا دیں۔ ملایئکانِ ملاءِ الاعلیٰ نے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا کی شہنائیاں شام سے بجانی شروع کر دیں۔ حوریں بِاِذْنِ رَبِّھِمْ کے پروانے ہاتھوں میں لے کر فردوس سے چل کھڑی ہوئیں اور ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ کی میعادی اجازت نے فرشتگانِ مغرب کو دنیا میں آنے کی رخصت دے دی۔ تارے نکلے اور طلوعِ ماہتاب سے پہلے عروسِ کائنات کی مانگ میں موتی بھر کر غائب ہو گئے۔ چاند نکلا اور اس نے فضائے عالم کو اپنی نورانی ردائے سیمیں سے ڈھک دیا۔ آسمان کی گھومنے والی قوسیں آپ اپنے مرکز پر ٹھہر گئیں۔ بروج نے سیاروں کے پاؤں میں کیلیں ٹھونک دیں۔ ہوا جنبش سے، افلاک گردش سے، زمین چکر سے اور دریا بہنے سے رک گئے۔ کارخانۂ قدرت کسی مقدس مہمان کا خیر مقدم کرنے کے لئے رات کے بعد اور صبح سے پہلے بالکل خاموش ہو گیا۔ انتظام و اہتمام کی تکان نے چاند کی آنکھوں کو جھپکا دیا، نسیم سحری کی آنکھیں جوشِ خواب سے بند ہونے لگیں۔ پھولوں میں نکہت، کلیوں میں خوشبو، کونپلوں میں مہک محوِ خواب ہو گئی۔ درختوں کے مشام خوشبوئے قدس سے ایسے مہکے کہ پتا پتا مخمور ہو کر سربسجود ہو گیا۔ ناقوس نے مندروں میں بتوں کے سامنے سر جھکانے کے بہانے آنکھ جھپکائی۔ برہمن سجدے کے حیلے سر بہ زمین ہو گیا۔ غرضیکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ ایک منٹ کے لئے غیر متحرک ہو گیا۔ اس کے بعد وہ لمحہ آ گیا، جس کے لئے یہ سب انتظامات تھے۔ فرشتوں کے پرے خوشیوں سے بھرے آسمانوں سے زمین پر اترنے لگے اور دنیا کے جمود میں ایک بیدار انقلاب پوشیدہ طور پر کام کرتا ہوا نظر آنے لگا۔ ملہمِ غیب نے منادی کی کہ افضل البشر، خاتم الانبیاء، سراپردۂ لاہوت سے عالم ناسوت میں تشریف لانے والے ہیں۔ رات نے کہا: میں نے شام سے یکساں انتظار کیا ہے کہ اس گوہرِ رسالت کو میرے دامن میں ڈال دیا جائے۔ دن نے کہا: میرا رتبہ رات سے بلند ہے، مجھے کیوں محروم رکھا جائے۔ دونوں کی حسرتیں قابلِ نوازش نظر آئیں۔ کچھ حصہ دن کا لیا، کچھ رات کا۔ نور کے تڑکے نور علیٰ نور کی نورانی آوازوں کے ساتھ دستِ قدرت نے دامنِ کائنات پر وہ لعلِ بابہار رکھ دیا، جس کے ایک سرسری جلوے سے دنیا بھر سے ظلمت کدے منور اور روشن ہو گئے۔ سرزمین حجاز جلوۂ حقیقت سے لبریز ہو گئی۔ دنیا جو سرورد جمود کی کیفیت میں تھی اک دم متحرک نظر آنے لگی۔ پھولوں نے پہلو کھول دیے، کلیوں نے آنکھیں وا کیں، دریا بہنے لگے، ہوائیں چلنے لگیں، آتش کدوں کی آگ سرد ہو گئی، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، لات و منات، جبل و عزّا کی توقیر پامال ہونے لگی، قیصر و کسریٰ کے فلک بوس بروج گر کر پاش پاش ہو گئے، درختوں نے سجدۂ شکر سے سر اٹھایا، رات کچھ روٹھی ہوئی سی، چاند کچھ شرمایا ہوا سا، تارے نادم و محجوب ہو کر رخصت ہوئے اور آفتاب شان و فخر کے ساتھ مسرت و مباہات کے اجالے لئے ہوئے کرنوں کے ہار ہاتھ میں، قندیلِ نور تھال میں، ہزاروں ناز و ادا کے ساتھ اُفقِ مشرق سے نمایاں ہوا، حضرت عبداللہ کے گھر میں، آمنہ کی گود میں، عبدالمطلب کے گھرانے میں، ہاشم کے خاندان میں اور مکہ کے ایک مقدس مکان میں خلاصۂ کائنات، فخرِ موجودات، محبوبِ خدا، امام الانبیاء، خاتم النبیین، رحمۃ للعلمین یعنی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ تشریف فرمائے بصد عز و جلال ہوئے۔ سبحان اللہ ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ کتنی مقدس جس نے ایسی سعادت پائی اور پیر کا روز کتنا مبارک تھا جس میں حضور ﷺ نے نزولِ اجلال فرمایا:

فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ

مولانا زاہد الراشدی

مسلم ممالک کا فوجی اتحاد

گزشتہ سعودی عرب نے ۳۴ اسلامی ملکوں کے فوجی اتحاد کے قیام کا اعلان کیا ہے جس کا مقصد دہشت گردی کے مختلف گروپوں کی کارروائیوں کا انسداد بتایا گیا ہے۔ اس اتحاد کا ہیڈ کوارٹر ریاض میں ہوگا اور اس میں شامل ممالک میں پاکستان کا نام بھی موجود ہے جب کہ ایران، عراق اور شام اس کا حصہ نہیں ہیں۔ پاکستان کے دفتر خارجہ نے اس کی تفصیلات سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے اصولی طور پر اس کا خیر مقدم کیا ہے مگر شمولیت کے بارے میں کہا ہے کہ تفصیلات حاصل کی جا رہی ہیں۔ اس کے بعد ہی اس کے بارے میں بتایا جا سکے گا کہ پاکستان اس اتحاد میں کس حد تک شریک ہوگا۔ ۳۴ ممالک کی اس فہرست میں شامل بہت سے دیگر ممالک بھی ابھی خاموش ہیں اور ان کی طرف سے کوئی ردِ عمل سرِ دست سامنے نہیں آیا۔ امریکا کے صدر باراک اوباما نے اتحاد کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس اتحاد کا قیام امریکی حکمتِ عملی کے عین مطابق ہے۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق سعودی عرب کے وزیرِ خارجہ جناب جبیر العادل نے گزشتہ روز پیرس میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ سعودی عرب داعش کے خلاف امریکا کی قیادت میں قائم ہونے والے اتحاد کا حصہ ہے اور اس کے مطابق داعش کے خلاف فضائی حملوں میں شریک کار ہے۔ جب کہ سعودی عرب کی سربراہی میں بننے والا ۳۴ ملکوں کا یہ اتحاد بھی داعش دیگر دہشت گرد گروپوں سے نمٹنے کے لیے بنایا جا رہا ہے۔ اس سے قبل ۲؍ دسمبر کو ایک اخبار میں شائع ہونے والی یہ تفصیلی خبر اس سلسلہ میں قابلِ توجہ ہے کہ:

''امریکی کانگریس کے دو سرکردہ ارکان نے تجویز پیش کی ہے کہ شام اور عراق سمیت دنیا کے دوسرے ملکوں میں دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث تنظیم داعش کی سرکوبی کے لیے امریکی فوج کے ساتھ کم از کم ایک لاکھ سنی جنگجوؤں کا ایک لشکر تیار کیا جائے جو دولت اسلامیہ نامی اس انتہا پسند گروہ کے خلاف جنگ میں معاونت کرے۔ ایوان نمائندگان کے دو ارکین جان مکین اور لینڈی گراہام نے دورۂ عراق کے موقع پر بغداد میں ایک نیوز کانفرنس کے دوران یہ تجویز پیش کی اور کہا کہ امریکا کے باہر کے سنی مسلمان جنگجوؤں کا ایک لشکر تیار کیا جائے جس میں کم از کم ایک لاکھ جنگجو شامل ہوں۔ انھیں شام اور عراق میں سرگرم ''داعش'' کے خلاف جنگ میں استعمال کیا جائے۔ جان مکین کا کہنا ہے کہ ایک لاکھ سنی مسلمانوں کا لشکر تیار کرنا کوئی مشکل نہیں یہ کام تنہا مصر بھی انجام دے سکتا ہے۔ خیال رہے کہ جان مکین امریکی ایوان نمائندگان میں مسلح افواج سے متعلق کمیٹی کے چیئرمین جب کہ لینڈی گراہام اس کے رکن ہیں۔ ان دونوں امریکی سیاستدانوں نے داعش کے خلاف اپنی حکومت کی پالیسی پر تنقید کرتے ہوئے حکومتی پالیسی کو غیر تسلی بخش قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ داعش کو شکست سے دوچار کرنے میں ناکامی کی ذمہ داری امریکی حکومت پر بھی عائد ہوتی ہے کیونکہ واشنگٹن نے وہ اقدامات نہیں کیے جو داعش کا قلع قمع کرنے کے لیے ناگزیر ہیں۔ جان مکین کا کہنا ہے کہ امریکا نے داعش کے خلاف زیادہ سے زیادہ فضائی حملوں تک اپنی

پالیسی محدود رکھی یا امریکی فوج کی نگرانی میں محدود شامی گروپ کو عسکری تربیت فراہم کی گئی ہے۔''

(روزنامہ انصاف لاہور، ۲ر دسمبر ۲۰۱۵)

اس تفصیلی خبر میں امریکی کانگریس کی افواج سے متعلقہ کمیٹی کے چیئرمین جان مکین نے داعش کو شکست سے دوچار کرنے میں جس ناکامی کا ذکر کیا ہے وہ صرف ان کا ذاتی تاثر نہیں ہے بلکہ امریکی صدر باراک اوباما بھی ایک حالیہ بیان میں کہہ چکے ہیں کہ داعش ابھی تک عراق اور شام کے ساٹھ فی صد علاقے پر قابض ہے جبکہ بعض بین الاقوامی رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ داعش ان علاقوں پر صرف قابض نہیں ہے بلکہ ایک مستقل نظام رکھتی ہے اور منظم طریقہ سے حکومت کر رہی ہے۔

داعش کے بارے میں ہم ایک سابقہ کالم میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ شام اور عراق کے ان جنگجو گروپوں کے اتحاد کا نام ہے جو ایک عرصہ نوری مالکی اور بشار الاسد کے خلاف لڑتے آ رہے ہیں اور اب انھوں نے متحد ہو کر ایک مضبوط قوت کی شکل اختیار کر لی ہے جس سے نمٹنے کے لیے عالمی سطح پر خدا جانے کیا کیا پاپڑ بیلنا پڑ رہے ہیں۔ ہم اپنی اس گزارش پر بھی قائم ہیں کہ داعش اگر ''داعش'' نہ بن جاتی اور دہشت گردی، تکفیر اور قتال کے فتنے سے خود کو بچا لیتی تو خلافتِ اسلامیہ کے قیام اور مشرق وسطٰی کے سنی ممالک وعوام کے تحفظ کے مقاصد میں اسے عالم اسلام کے معتدبہ حصے کی حمایت مل سکتی تھی، اس لیے کہ خلافت کا احیاء وقیام بہرحال عالمِ اسلام کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اور مشرق وسطٰی کی سنی ریاستوں بالخصوص سعودی عرب کو جس طرح فرقہ وارانہ کشمکش کے حصار میں جکڑ لیا گیا ہے اسے زیادہ دیر تک نظر انداز کرنا بھی اب ممکن نہیں رہا۔ ہم بار بار یہ گزارش کر چکے ہیں کہ ان دونوں ملی مقاصد کے لیے خود عالمِ اسلام کو اپنے علمی اور فکری دائرے میں سوچنا چاہیے کیونکہ یہ کام دراصل او آئی سی، خلیجی تعاون کونسل، عرب لیگ اور رابطہ عالمِ اسلامی جیسے اداروں کے کرنے کا ہے کہ وہ ان مسائل سے نمٹنے کے لیے آگے بڑھیں۔ اس کے لیے جان مکین اور لینڈی گراہام کے کسی فارمولے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہمارے خیال میں داعش کو کچلنے کے لیے فیصلہ کن اور متحدہ عسکری کارروائی سے پہلے دو کام کرنا زیادہ ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ خلافتِ اسلامیہ کے قیام اور مشرق وسطٰی کے سنی ماحول کے تحفظ کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے لیے پرامن جدوجہد کا کوئی مؤثر فورم مہیا کیا جائے تاکہ ان ملی مقاصد کی خاطر محنت کا جذبہ رکھنے والے نوجوانوں کے لیے صرف ''داعش'' ہی واحد آپشن نہ رہے اور وہ دہشت گردی کی طرف مائل ہونے کی بجائے پرامن جدوجہد کا راستہ اختیار کر سکیں۔

دوسرا کام یہ کہ عالمِ اسلام کے علمی مراکز مشترکہ طور پر کوئی لائحہ عمل طے کر کے نہ صرف داعش بلکہ اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والے تمام گروپوں سے مذاکرات، افہام وتفہیم اور ملی مقاصد کے حصول کے متبادل ذرائع سامنے لانے کا اہتمام کریں۔ کیونکہ جب تک اصل مسائل موجود رہیں گے اور ان کے حل کے لیے کوئی متبادل آپشن دکھائی نہیں دے گا، اس دہشت گردی کا راستہ نہ ایک لاکھ سنی جنگجوؤں کے لشکر کے ذریعے روکا جا سکے گا اور نہ ہی ۳۴ ملکوں کا عسکری اتحاد اس سلسلہ میں کوئی حتمی کامیابی حاصل کر پائے گا۔ پاکستان کے دفتر خارجہ سے بھی ہماری گزارش یہی ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دفتر خارجہ ہونے کے ناتے سے وہ ملی ضروریات کا احساس کرے اور اُمتِ مسلمہ کی صحیح سمت راہنمائی میں اپنا کردار ادا کرے۔

پروفیسر خالد شبیر احمد

وزیراعظم نواز شریف کا کھٹ راگ اور لبرل ازم کا الاپ
حقائق کی روشنی میں

قیامِ پاکستان سے ہی ایک طبقہ جس کی سربراہی سیکولر دانش وَر کر رہے ہیں موجود رہا ہے، جنھیں علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ اور محمد علی جناح کے نظریات وافکار کے خلاف عوام کو گمراہ کرنے کے مواقع ملتے رہے ہیں۔خود مسلم لیگ کے اندر بھی ایسے دانش ور اور قلم کار آ گھسے تھے جنھیں ۱۹۴۶ء کے انتخاب کے بعد پاکستان بنتا نظر آیا تو وہ بھاگ کر پاکستان کے حامی ہوگئے۔اس طبقہ کی سرگرمیوں کا مرکز ومحور یہ ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں نہیں آیا۔ بلکہ اس کے قیام کے پیچھے پاک وہند میں مسلمانوں کی معاشی بدحالی تھی جو ہندوکی معاشرتی استحصال کا شکار تھے۔پھر یہ طبقہ اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ نظریۂ پاکستان کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے اور مسٹر جناح کے پیشِ نظر کسی قسم کی اسلامی ریاست کا سرے سے کوئی تصور ہی نہیں تھا۔وہ پاکستان کو ایک سیکولر اور لبرل پاکستان بنانا چاہتے تھے۔

کچھ لوگوں نے پاکستان کی قومی اسمبلی میں بھی اس مسئلہ کو اٹھانا چاہا تو انھیں منہ کی کھانی پڑی اور قراردادِ مقاصد قومی اسمبلی نے منظور کر کے اسے آئین کا حصہ بنالیا۔لیکن اس کے باوجود یہ لبرل اور سیکولر طبقہ بڑی شدت کے ساتھ اپنے غلط خیالات کا پرچار کرتا رہا۔جنھیں جنرل مشرف کے دور میں خاصی تقویت حاصل ہوئی اور آج صورتِ حال یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ پاکستان کے وزیرِاعظم جناب نواز شریف صاحب کو بھی لبرل اور جمہوری پاکستان کے حق میں ایک بیان داغنا پڑا، جس سے اس طبقہ کو تقویت حاصل ہوئی ہے۔ستم ظریفی یہ ہے کہ انھوں نے نہ تو علامہ اقبال کو پڑھا ہے اور نہ ہی مسٹر جناح کے ان بیانات کو دیکھا ہے جو انھوں نے پاکستان کے قیام سے پہلے اور بعد میں اسلام کو ایک اسلامی ریاست بنانے کے حوالے سے دیے ہیں۔یا پھر جانتے بوجھتے ہوئے پاکستانیوں کو گمراہ کرنے کے لیے مکروہ اور باطل نظریات کی تشہیر کے لیے کمربستہ ہیں۔یہ سیکولر طبقہ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح سیکولر سٹیٹ کا تصور رکھتے تھے۔مسلم لیگ نے کبھی بھی پاکستان کو ایک اسلامی ریاست کی طرح اپنے نصب العین کا حصہ نہیں بنایا تھا۔

دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ پاکستان ایک جمہوری تحریک کی وجہ سے معرضِ وجود میں آیا۔اب اگر ان کی اس بات کا ہی تجزیہ کریں تو تاریخ یہ بتاتی ہے کہ پاک وہند کے مسلمانوں نے مسلم لیگ کو ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں اسلام اور لاالٰہ الا اللہ کے نام پر ہی ووٹ دیا تھا۔۴۹۸ نشستوں میں سے مسلم لیگ نے ۴۲۸ نشستیں اسلام اور لاالٰہ الا اللہ کے نعرہ کی وجہ سے ہی حاصل کی تھیں۔جب کہ ۳۷۔۱۹۳۶ء کے انتخابات میں یہی مسلم لیگ تھی مسٹر جناح اس کے سربراہ تھے اور

اس الیکشن میں مسلم لیگ پورے ہندوستان کے سات صوبوں میں جداگانہ انتخاب کے ذریعے ۴۹۸ مسلم نشستوں میں سے صرف اور صرف ۲۲۸ نشستیں حاصل کرسکی۔ پھر کیا عوام نے اسلام کے نام پر مسلم لیگ کو ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں کامیاب نہیں کرایا؟ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ۱۹۴۶ء کا انتخاب نے ہی اس بات کا فیصلہ کرنا تھا کہ کیا پاکستان و ہند کے مسلمان مسلم لیگ کے نصب العین قیام پاکستان کے پیچھے کھڑے ہیں کہ نہیں۔ جب اس انتخاب میں یہ ثابت ہوگیا کہ پاک و ہند کے مسلمان مسلم لیگ کے نصب العین قیامِ پاکستان کے ساتھ ہیں تو پھر کانگریس کے خلاف فیصلہ ہوگیا اور اس طرح پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔

جہاں تک علامہ اقبال اور مسٹر جناح کے بیانات کا تعلق ہے جو انھوں نے پاکستان اور اسلامی ریاست بنانے کے حق میں دیے تو وہ تاریخ کا حصہ ہیں ان سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء کے خطبہ الہ آباد میں مسلم لیگ کے جلسے کی صدارت کرتے ہوئے ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک اسلامی ریاست کے قیام کا تصور دیا اور اسے تقدیر مبرم (DESTINY) بھی قرار دیا تھا، اسی لیے انھیں مصور پاکستان کا اعزاز حاصل ہے۔ یہ سیکولر دانش ور اس کھلی حقیقت سے بھی انکاری ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ اقبال نے ایسا کوئی تصور نہیں دیا جس کی بنا پر انھیں مصور پاکستان کہا جائے۔ وہ اقبال کو (OLD DATED) گزرے ہوئے ماضی کا اقبال کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حاضر اقبال کی ضرورت ہے۔ اب آپ بتائیں کہ اس بیماری اور اس ہٹ دھرمی کا ہمارے پاس کیا علاج ہے۔ جب کہ اقبال کے ہاں تو ایسی آزادی کا سرے سے کوئی تصور ہی نہیں ہے جو دین کی سربلندی کا باعث نہیں ہے۔ وہ تو کہتے ہیں:

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

اب آیئے مسٹر جناح کے ان بیانات کی طرف جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانا چاہتے تھے، ایسے بنایات کی تعداد سینکڑوں تک جاتی ہے۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۳۸ء کو ''گیا'' ریلوے اسٹیشن صوبہ بہار پر ایک بہت بڑے عوامی اجتماع میں آپ نے تقریر کرتے ہوئے مسلم لیگ کا جھنڈا لہراتے ہوئے کہا تھا ''آج اس عظیم الشان اجتماع میں آپ نے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرانے کا جو اعزاز مجھے بخشا ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ مسلم لیگ کا جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے، آپ مسلم لیگ کو اسلام سے علیحدہ نہیں کرسکتے۔ بہت سے لوگ بالخصوص ہمارے ہندو دوست ہمیں غلام سمجھتے ہیں، جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں یا ہم کہتے ہیں کہ یہ اسلام کا جھنڈا ہے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم مذہب کو سیاست میں گھسیٹتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہم فخر کرتے ہیں کہ اسلام ہمیں مکمل ضابطۂ حیات دیتا ہے، یہ نہ صرف ایک دین ہے بلکہ اس میں قوانین، فلسفہ اور سیاست سب کچھ ہے۔ دراصل اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی ایک آدمی کو صبح سے لے کر رات تک کی ضرورت ہے۔ جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں تو اسے ایک کامل اصطلاح کی حیثیت سے لیتے ہیں۔ ہمارا کوئی غلط مقصد نہیں بلکہ ہمارے اسلامی ضابطہ کی بنیاد آزادی، عدل، مساوات اور اخوت پر ہے۔

۱۸؍دسمبر ۱۹۴۶ء کو انھوں نے ریڈیو قاہرہ کے نمائندے سے ملاقات میں کہا تھا: ''ہم نے مطالبہ کیا ہے کہ ہند کے شمال اور مشرق میں آزاد مملکتیں قائم کی جائیں جن پر مسلم اکثریت حکومت کرے گی ہم اسے پاکستان کہتے ہیں۔ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہند کے ان دوحصوں میں دو مسلم مملکتیں قائم کریں ہم پاکستان کے منطقوں میں دوسروں کی مداخلت کے بغیر اسلام کے ورثے اور تہذیب کا تحفظ کر سکیں گے۔ باقی ماندہ ہند ہندوؤں کے زیرنگیں رہے گا اور وہ ان علاقوں میں اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق حکومت کرنے میں آزاد ہوں گے اور اپنی تہذیب اور ثقافت کے تقاضوں کو پورا کرسکیں گے، مسلمان اور ہندو، ہند کی دو بڑی قومیں ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔''

فروری ۱۹۴۸ء میں امریکہ کے عوام سے خطاب کرتے ہوئے بانئ پاکستان نے کہا تھا: ''مجھے اس بات کا تو علم نہیں ہے کہ دستور کی حتمی شکل کیا ہوگی لیکن مجھے اس امر کا یقین ہے کہ یہ جمہوری ہوگا۔جس میں اسلام کے لازمی اصول شامل ہوں گے، آج ان کا اطلاق عملی زندگی میں ویسے ہی ہوسکتا ہے جیسے کہ تیرہ سو برس پہلے ہوسکتا تھا۔اسلام نے ہر شخص کے ساتھ عدل اور انصاف کی تعلیم دی ہے۔ہم ان شاندار روایات کے وارث ہیں اور پاکستان کے آئندہ دستور کے مرتبین کی حیثیت سے ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے باخبر ہیں۔''

یہ چند حوالے ہیں جب کہ ایسے اعلانات اور تقریروں کی تعداد سینکڑوں تک ہے۔

پاکستان کے وزیر اعظم کو ان تقریروں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔وہ مسلم لیگ کے سربراہ بھی ہیں انھیں بانئ پاکستان کی طرز سے انحراف کرنے کا حوصلہ کیسے ہوا ہے؟ شاید انھیں لبرل ازم اور سیکولرازم کے مطالعے کا موقع بھی میسر نہیں آیا۔ ظاہر ہے جو شخص مسٹر جناح کی مسند پر تشریف فرما ہونے کے باوجود ان کی تقریروں کا مطالعہ نہیں کر سکا جو انھوں نے قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں اسلام کے حق میں کی تھیں۔ وہ بھلا لبرل ازم اور سیکولرازم سے آشنائی کیسے حاصل کرسکتا ہے اور اگر ایسا ہے جیسا کہ واقعی ہے تو ایسے بیانات سے انھیں احتراز کرنا چاہیے، یہ ان کے لیے، ان کی عاقبت کے لیے، مسلم لیگ، پاکستان اور پاکستانیوں کے لیے بھی بہتر ہوگا۔انھیں کم از کم اپنے ۱۹۷۳ء کے دستور کا ہی مطالعہ کر لینا چاہیے جس سے وفاداری کا انھوں نے حلف اٹھا رکھا ہے۔اس دستور میں بھی وہ سب کچھ موجود ہے جس کا ذکر بانئ پاکستان نے اپنی تقریروں میں کیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ پاکستان کے سیاسی لیڈر اپنے دستور پر نہ تو خود عمل کرتے ہیں اور نہ ہی اس دستور کو ملک پر نافذ کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، شاید اس دستور پر عمل یہ لوگ خودکشی سمجھتے ہوں اور عیش وعشرت میں پلے لوگ خودکشی کیوں کریں۔ جب کہ ان کے ملک میں بھوک سے تنگ لوگ صبح وشام خودکشی کرنے پر مجبور ہیں۔وزیر اعظم صاحب کو سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیے کہ وہ پاکستان کے وزیر اعظم ہیں، جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہ اسلام چاہتے ہیں لبرل ازم نہیں۔

❁......❁......❁

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

دینی مدارس کی قدر و منزلت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن وحدیث کی تعلیم کا آغاز ایک ایسے چبوترے سے کیا تھا جس کے اوپر چھت بھی نہیں تھی، مطبخ تو بڑی بات ہے لوگ کھجور کے خوشے ایک جگہ آویزاں کر دیا کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حسبِ ضرورت چند کھجوریں کھا کر باقی دوسروں کے لیے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بعض اوقات شدتِ بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہوکر گر جایا کرتے تھے فرماتے ہیں کہ لوگ سمجھا کرتے تھے کہ مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے، جس کی وجہ سے لوگ میری گردن پر پاؤں رکھ کر (بطور علاج) گزرا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! مرگی نہیں، بلکہ سخت بھوک کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہوا کرتی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ عظیم قربانیاں دے کر دین ہم تک پہنچایا، یہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ انھیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل صحبت میسر نہیں آئی۔ ۷ھ ہجری میں غزوہ خیبر کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے اور ۹ ہجری میں آفتابِ نبوت غروب ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس مختصر ترین مدت میں بہت زیادہ کسبِ فیض کیا، بلکہ کثرتِ روایت کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نمایاں نظر آتے ہیں۔ مرویاتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تعداد ۵۳۶۴ ہے، جو سب سے زیادہ ہے۔ آج یہ سادہ سے مدارس جو نظر آ رہے ہیں، اگرچہ بے رنگ ہوں، بیٹھنے کے لیے بورے بھی میسر نہ ہوں لیکن اس میں بیٹھ کر علومِ قرآنی وحدیث حاصل کرنے سے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو ایک نسبت قائم ہوجاتی ہے یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ جس کا حق اور شکر ادا نہیں ہوسکتا۔

دین ہم تک کیسے پہنچا:

دین ہم تک اس طرح پہنچا ہے کہ ہر کسی نے باادب ہوکر زانوئے تلمذ تہہ کر کے ان اساتذہ سے سیکھا جن کی سند رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہے۔ کتاب کا آپ خود مطالعہ کر لیجیے ایک کتاب کسی کامل استاذ سے پڑھ لیجئے جس کا سلسلۂ سند حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہو، دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہوگا، آج کل اسٹیڈی (مطالعہ) کرنے کا رواج اور وبا پھیلی ہوئی ہے، مطالعہ کرنے کا بڑا شوق ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اجتہادات کا ایک بازار گرم ہے۔ یاد رکھیے! اگر علم کا حاصل ہونا صرف مطالعہ کے ذریعے بغیر کسی استاذ کے ممکن ہوتا تو آسمانی کتابوں کے ساتھ کسی رسول کو بھیجنے کی حاجت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہ تھا کہ کسی رات ہر مسلمان کے سرہانے قرآن پاک کا ایک ایک عمدہ نسخہ اور خوبصورت جلد میں مجلد رکھ دیا جاتا اور غیب سے یہ آواز لگا دی جاتی کہ اسے پڑھو اور اس پر عمل کرو! لیکن ایسا نہیں ہوا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ساتھ شارحِ قرآن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور فرمایا: ”یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ“ تاکہ وہ پیغمبر کتاب کی ان کو تعلیم دیں، ایسا تو ہوا ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام تشریف لاتے، مگر کتاب نہیں تھی لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کتاب بغیر صاحبِ کتاب کے نازل ہوئی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ کتاب بغیر معلم ومربّی کے انسان کی ہدایت کے لیے کافی نہیں، اگر انسان

کتاب کا خود مطالعہ کرتا تو جب اسے مطلب سمجھ نہ آتا تو گمراہ ہو جاتا۔

اس کی مثال تو ایسے ہے کہ ایک آدمی علمِ طب پر لکھی ہوئی کتب کا خود مطالعہ کر کے مطب کھول کر بیٹھ جائے تو سوائے اس کے کہ وہ قبرستان آباد کرے، انسانیت کی کوئی خدمت انجام نہیں دے سکتا، کسی ڈاکٹر سے یہ علم حاصل کرنا پڑے گا، اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے پڑیں گے، وگرنہ حکومت بھی اس کی اجازت نہیں دے گی، یہی معاملہ دین کا بھی ہے کہ اسے سیکھنے کے لیے کسی کامل مُربی و مُعلّم کے پاس رہنا ہوگا، وگرنہ گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا، ان مدارس کی قدر پہچانئے، ان کی بدولت اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہے اور دین اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے، اُن ممالک میں جا کر دیکھئے جہاں یہ مدارس ختم کر دیئے گئے، ان کا بیج مار دیا گیا، وہاں بے دینی کا سیلاب امڈ رہا ہے اور کوئی بند باندھنے والا نہیں۔ بقول ہمارے حضرت علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے: "ردۃ ولا ابابکر لھا" ارتداد کا بازار گرم ہے، لیکن کوئی ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کے بیشتر اسلامی ممالک میں جانے اور وہاں کے اہلِ علم اور دینی حلقوں سے ملاقات کا موقع عطا فرمایا، پہلے تو تقلیداً یہ بات سمجھتا تھا کہ یہ مدارس جن کا تعلق حضراتِ علماءِ دیوبند سے ہے، ہمارے لیے بہت بڑی نعمت ہیں، لیکن ان ممالک میں حالات دیکھنے کے بعد تحقیقاً یہ سمجھا ہے کہ دین کی حفاظت، تحفظ کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان دینی مدارس کو بنایا ہوا ہے، خواہ بہ ظاہر یہ کتنے ہی سادہ کیوں نہ ہوں؟ معاشرے پر ان کی برکات واثرات الحمدللہ! آج بھی نمایاں ہیں جہاں یہ مدرسے نہیں، وہاں بے عملی و بے راہ روی کی عجیب وغریب شکلیں اور مناظر دیکھنے میں آئے۔

یہ مناظر بھی دیکھے گئے کہ منہ میں سگریٹ، گلے میں ٹائی، کلین شیو اور انگریزی لباس زیبِ تن کیے ہوئے ایک آدمی بخاری شریف پڑھا رہا ہے، یہ مناظر بھی دیکھنے گئے کہ درس بخاری کا ہو رہا ہے لیکن نماز پڑھنے کا سوال ہی نہیں یہ منظر بھی دیکھا گیا کہ مرد وزن باہم مخلوط بیٹھے ہیں اور اسلامی تعلیمات کا درس ہو رہا ہے کیا کیا بتاؤں یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

آج سے کچھ عرصہ قبل مجھے عراق جانا ہوا، آج تو وہاں ایک طوفان برپا ہے وہاں میں نے بعض دوستوں سے کہا کہ اگر کوئی پرانی طرز کا عالم ہو تو اس کی زیارت کو جی چاہتا ہے۔ یہ تقاضا اس لیے پیدا ہوا کہ وہاں ایسے علما وصلحا کا بیج مار دیا گیا ہے تو کسی نے بتایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ایک مدرسہ میں پرانی طرز کے بزرگ ہیں، آپ ان سے ملاقات کیجیے۔ میں وہاں پہنچا جا کر دیکھا تو واقعی ایک بزرگ جن کی چال ڈھال میں، اندازِ گفتگو میں، نشست برخاست میں اَسلاف کی جھلک نظر آئی۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: آپ پاکستان میں کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ کراچی میں ہمارا ایک دارالعلوم ہے، اس میں پڑھنے پڑھانے کا کچھ سلسلہ ہے، انھوں نے پوچھا: وہ کون سی یونیورسٹی سے متعلق ہے؟ میں نے کہا: ہمارے ہاں! یہ سلسلہ نہیں ہے بلکہ عوامی قسم کے مدارس ہیں، انھوں نے حیران ہو کر پوچھا: کیا تمہارے ہاں عوامی قسم کے مدارس ہیں؟ پھر خود ہی فرمایا: ہم تو اس قسم کے تصور کو بھول گئے، آپ پر تو اللہ تعالیٰ کی یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ پھر پوچھا: وہاں کیا پڑھاتے ہو؟ میں نے مدارس میں پڑھائی جانے والی چند کتب کا نام لیا مثلاً شرح جامی اور سُلّم وغیرہ جب شیخ نے ان کتب کا نام سنا تو ان کی چیخ نکل گئی، پھر فرمایا: میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جب تک تمہارے دم میں دم ہے اس

طریقِ کار اور نصابِ تعلیم کو نہ چھوڑنا کیونکہ ہمارے ہاں عراق میں جب اس نصاب کی کتابیں زیرِ تعلیم تھیں تو فضا کچھ اور تھی اور جب سے یونیورسٹیوں کا نظام رائج ہو گیا اور دینی کتب چھوڑ دی گئیں اس وقت سے فضا بالکل تبدیل ہوگئی پھر فرمایا: کسی زمانہ میں ہم بھی یہ کتابیں پڑھاتے تھے اس وقت علماء متبع سنت اور دینی جذبہ رکھنے والے پیدا ہوتے تھے بعد میں تمام مدارس سرکار کی تحویل میں لیے گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت سے سرکاری مولوی پیدا ہونے لگے۔''

ان ممالک میں گھومنے پھرنے کے بعد یہ احساس مزید پختہ اور قوی ہو گیا کہ یہ مدارس جن کا سلسلہ ماضی قریب میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جڑا ہوا ہے اور پھر بالآخر سند متصل کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے ایسی نعمتیں اور احسان ہے کہ جس پر شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

ایک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ دارالعلوم کراچی تشریف لائے (یہ اللہ کے بندے اخلاص کے پیکر عنداللہ اتنے مقبول ومنظور تھے کہ ان کی تصنیف شدہ کتب ''فضائلِ اعمال وفضائلِ صدقات'' چوبیس گھنٹوں میں سے کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں پڑھی نہ جاتی ہوں) ہم نے عرض کیا کہ حضرت نصیحت فرما دیجیے، تقریر کرنے کا تو معمول نہ تھا، صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا: ''طالب علمو! اپنی حقیقت پہچانو! اپنی قدر پہچانو!'' اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ بعض اوقات تمہارے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم تو یوں ہی بوریوں پر بیٹھنے والے ہیں دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے جو نعمتِ عظمیٰ تمہیں عطا کی ہے اس کا مقابلہ دنیا اور اس کی دولت نہیں کر سکتی وہ نعمت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت یہ جو ہم پڑھتے ہیں: ''**حدثنا فلان حدثنافلان، عن فلان، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم** ''اس سند متصل کے ساتھ اپنے کو جوڑ دینا آج تو شاید اس کی قدر و منزلت ہمیں معلوم نہ ہو لیکن جب آنکھیں بند ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضری ہوگی اس وقت پتا چلے گا کہ اس سلسلہ کے ساتھ وابستگی کتنی بڑی نعمت ہے۔

میرے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ مثال دیا کرتے تھے کہ کراچی سے صدر مملکت کی ایک ٹرین جا رہی ہے، جس میں بہترین سیلون لگا ہوا ہے عمدہ اور عالیشان ڈبے لگے ہوئے ہیں، اس کے ساتھ کھانے پینے کا بہترین انتظام موجود ہے، بہت ہی پرکیف خوشبوئیں ہیں، روانگی کے وقت اسٹیشن ماسٹر نے ایک پرانا اور بوسیدہ ڈبہ بھی اس ٹرین کے ساتھ جوڑ دیا یہ بھی ٹرین کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچ جائے گا ایسے ہی ہم بوسیدہ اور خستہ حالت میں سہی لیکن ہمارا کنڈا اعلیٰ اور عمدہ ڈبوں پر مشتمل ٹرین کے ساتھ جڑا ہوا ہے، ہمارا تعلق سند متصل کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم ہو چکا ہے، اس نسبت اور تعلق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں ہم پر نازل ہوں گی اس لیے ہمیں چاہیے کہ اس سلسلے کی قدر پہچانیں۔

پڑھنے پڑھانے والوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اپنے آپ کو محروم نہ سمجھیں وہ اُن پڑھنے والوں کے ساتھ محبت کریں ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ'' اگر کسی کی محبت اس سلسلہ والوں کے ساتھ ہوگئی تو ان کا حشر بھی انھیں کے ساتھ ہوگا خود بھی تعاون کریں دوسروں کو بھی توجہ دلائیں تو اس سلسلہ کے ساتھ وابستگی ہو جائے گی خدا کے لیے ان دینی مدارس کی قدر پہچاننے کی کوشش کریں۔

اوریا مقبول جان

اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے

یہ ایک دردناک کہانی ہے جس کے خوفناک انجام کی طرف یہ قوم انتہائی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ایسا خوفناک کہ جس کے تصور سے ہی اہلِ نظر کانپ رہے ہیں۔ آئین پاکستان، جس کے تحفظ کی قسم صدرِ پاکستان، وزیراعظم، گورنر، وزرائے اعلیٰ، اراکین اسمبلی، مسلح افواج کے اراکین، اعلیٰ عدلیہ کے جج اور ہر آئینی عہدہ رکھنے والا شخص اللہ کو حاضر وناظر جان کر اٹھاتا ہے، اسی آئین پاکستان کی شق نمبر ۳۸ (ایف) کہتی ہے۔ ''حکومت جس قدر جلد ممکن ہوسکے ربا (سود) ختم کرے گی۔'' گزشتہ روز ربا (سود) کے بارے میں آئینی درخواست مسترد کردی گئی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ میں فرماتا ہے ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مؤمن ہو تو سود کا وہ حصہ جو باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو'' (البقرہ: ۲۷۸۔۲۷۹) یہ اعلانِ جنگ امریکہ، حکومتِ پاکستان یا مسلح افواج نہیں کر رہیں، وہ قادرِ مطلق کر رہا ہے جو اعلان کرتا ہے کہ اس کی پکڑ بہت شدید ہے۔ یہ اللہ کا دستور ہے کہ وہ ہر فرد کو اس کے اختیار کے مطابق پکڑتا ہے اور اس کی استطاعت کے مطابق سزا دیتا ہے۔ سود کے معاملے میں ہماری کہانی دردناک ہے اور ہم خوفناک انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ بانی پاکستان قائداعظم نے یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو سٹیٹ بینک کا افتتاح کیا اور تقریر کی۔ یہ ان کی زندگی کی آخری تقریر تھی۔ انھوں نے فرمایا:

''میں بینک کے تحقیقی شعبے کے کام کو ذاتی طور پر باریک بینی سے دیکھوں گا کہ وہ ایک ایسا بینکنگ نظام وضع کریں جو اسلام کے معاشرتی اور معاشی نظامِ زندگی کے ہم آہنگ ہو۔ مغرب کے معاشی نظامِ زندگی نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کیے ہیں۔''

اس تقریر کے تقریباً ڈھائی ماہ بعد قائداعظم انتقال کر گئے۔ ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد سترہ سال طویل خاموشی کا زمانہ ہے۔ یوں تو ہر آئین میں اسلامی نظریاتی کونسل موجود رہی لیکن کسی کو سود کے بارے میں کبھی کوئی خیال نہ آیا۔ ایوب آمریت کے دوران ۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۶ء تک اسلامی نظریاتی کونسل نے بینکنگ نظام کا جائزہ لیا اور اسے خلافِ اسلام قرار دیا۔ ۳؍دسمبر ۱۹۶۹ء میں کونسل نے اپنی رپورٹوں کا اعادہ کیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کی جمہوری حکومت میں آئین میں ۳۸ (ایف) تحریر ہوئی جس میں حکومت کو یہ ذمہ داری دی گئی کہ سود کو جلد از جلد ختم کیا جائے۔'' حضرت ضیاء الحق کا زمانہ آیا تو ۱۹۷۷ء میں سود کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل سے دوبارہ رجوع کیا گیا۔ کونسل نے ۲۶؍جون ۱۹۸۰ء کو سود کے خاتمے کے لیے ایک متبادل نظام تجویز کردیا۔ اب ٹال مٹول شروع ہوگئی ایک عالمی سیمینار بلایا گیا جس میں کونسل کی تجاویز زیر بحث آئیں۔ سپریم کورٹ نے ضیاء الحق کو آئین میں ترمیم کا اختیار دیا۔ اس نے وفاقی شرعی عدالت قائم کی اور سپریم کورٹ میں شریعت اپیل بینچ بنایا۔ لیکن سود سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۸۰ء میں بننے والی وفاقی شرعی عدالت پر یہ پابندی لگادی کہ دس سال تک مالی معاملات میں شریعت کے حوالے سے کوئی کیس نہیں سنے گی۔ اس وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ کار کا یہ عالم تھا کہ اس کے فیصلے کے خلاف اگر ایک عام آدمی بھی سپریم کورٹ میں اپیل لے کر جائے گا تو بغیر پیشی یہ اپیل منظور ہوجائے گی اور حکم امتناعی بھی جاری ہوجائے گا۔ جیسے ہی دس سال

کی پابندی ختم ہوئی تو سود کے مخالف ایک دم ۱۹۹۰ء میں درخواستیں لے کر جا پہنچے۔ روزانہ سماعت ہوئی اور اکتوبر ۱۹۹۱ء میں وفاقی شرعی عدالت نے ۱۵۷ صفحات کا فیصلہ تحریر کیا جس کے تحت ۳۰ ؍جون ۱۹۹۲ء سے بینک کے سودی کاروبار کو حرام قرار دے دیا۔ اس وقت سودی نظام کے ایک اور پروانے نواز شریف وزیر اعظم تھے۔ وہ اس فیصلے کے خلاف فوراً سپریم کورٹ جا پہنچے۔ حکمِ امتناعی جاری ہوا اور ٹال مٹول شروع ہوئی۔ نواز شریف اور بے نظیر کے زمانے میں کبھی بھی شریعت بینچ پورا نہیں ہونے دیا گیا۔ مشرف، نواز شریف کا تختہ الٹ کر دیگر کاموں میں مصروف تھا اور اسے اندازہ تک نہ ہو سکا کہ شریعت بینچ مکمل ہے۔ یہ بنچ وجیہہ الدین احمد، خلیل الرحمٰن، منیر اے شیخ، مولانا تقی عثمانی اور محمود احمد غازی پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ خاموشی سے اپنی کاروائی میں مصروف رہے اور دنیا بھر سے ماہرین کو بلوا کر فیصلے کے قریب پہنچ گئے۔ فیصلے پر دستخط کا وقت آیا تو سازشیں شروع ہو گئیں۔ بینچ نامکمل کرنے کے لیے محمود احمد غازی کو سکیورٹی کونسل کا حلف اٹھوا دیا گیا۔ وہ معصومانہ طور پر اس چال کا شکار ہو گئے لیکن ایسا کرنے سے وہ جج نہ رہے۔ لیکن آئین کے مطابق تو ایک عالمِ دین سے بھی کام چل سکتا تھا اور بینچ مکمل رہا اور اگلے ہی دن انھوں نے فیصلہ دے دیا۔ ۲۳ ؍دسمبر ۱۹۹۹ء کو پاکستان کی سپریم کورٹ کے فل بینچ نے ایک تاریخ ساز فیصلہ دیا اور یہ اعزاز حاصل کیا کہ تمام اسلامی ممالک میں واحد پاکستان ہے جس کی سپریم کورٹ نے سود حرام قرار دیا۔ یہ بہت طویل فیصلہ ہے جو ایک ہزار صفحات سے زیادہ ہے۔ پھر چال چلی گئی۔ مشرف نے ایک پرائیویٹ بنک سے سپریم کورٹ میں نظرِ ثانی کی درخواست داخل کروائی۔ اس دوران پی سی او آ گیا۔ وجیہہ الدین اور خلیل الرحمٰن نے حلف نہ اٹھایا۔ قانون کے مطابق نظرِ ثانی صرف وہی جج کر سکتے ہیں لیکن یہاں یہ اصول بھی توڑ دیا گیا۔ چیف جسٹس شیخ ریاض کی سربراہی میں بینچ بنایا گیا جس نے چند صفحات پر مشتمل یہ فیصلہ تحریر کیا کہ سپریم کورٹ کا سود حرام قرار دینے کا فیصلہ کالعدم ہے۔ یہاں ایک چال چلی گئی کہ فیصلہ کالعدم ہے تو اس کے مقابل میں سپریم کورٹ کو نیا فیصلہ تحریر کرنا چاہیے تھا۔ سپریم کورٹ کی تاریخ میں یہ پہلا مقدمہ ہے جسے ماتحت عدالت کو واپس بھجوایا گیا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کو واپس وہاں لے جایا جائے جہاں سے جدوجہد کا آغاز ہوا تھا۔ وفاقی شرعی عدالت میں یہ کیس ۱۵ سال سے سردخانے میں ہے اور اگر کوئی سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو اپیل مسترد کر دی جاتی ہے۔ ہمارا کام یہی ہے کہ ہم دیواروں سے سر ٹکراتے رہیں۔ ہمیں ایسا کرنے میں کوئی عار نہیں۔ ہم تو اس صف میں کھڑے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے سود کے خلاف اعلانِ جنگ کے بعد ترتیب دی جا چکی ہے۔ یہ تو ہر کسی کی مرضی اور منشاء ہے کہ وہ جس طرف چاہے کھڑا ہو جائے۔ مدرسہ کھلے نہ کھلے، فیصلہ آئے نہ آئے لیکن جس کو اللہ کے قادر ہونے پر یقین ہے، اسے اس بات پر بھی مکمل یقین ہے کہ یہ جنگ اللہ نے جیتنی ہے اور کوئی اس روئے زمین پر اتنا طاقتور نہیں جو یہ جنگ جیت سکے۔ البتہ روز ہم اس غضب اور غیظ کو دعوت دے رہے ہیں۔ گزشتہ چند دنوں سے کبھی اہلِ نظر سے ملتا تو وہ اپنے خواب سناتے، کہتے زلزلے ہیں، سونامی کی لہریں ہیں۔ اسلام آباد میں تو کچھ علاقے نظر ہی نہیں آ رہے۔ پھر استغفار کرنے لگے، سوچتا تھا ایسا کیوں ہوگا کالم تحریر کر رہا ہوں تو دس سال پہلے کا آٹھ اکتوبر کا زلزلہ یاد آ رہا ہے۔ خوف کا ایک عالم ہے۔ بس یہی دعا دل سے نکل رہی ہے۔ الٰہی! ہم پر رحم فرما، ان لوگوں کی سزا ہم سب کو نہ دے جو تجھے للکارتے ہیں۔ جو تیرے مقابل آ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جو تیرے اعلانِ جنگ کے باوجود بھی خوف سے نہیں کانپتے۔ ہم پر رحم فرما۔ اگر تو نے ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم بہت بڑے خسارے میں جانے والے ہیں۔

سید شہاب الدین شاہ

روہنگیا مسلمان اور الحاقِ پاکستان

یہ مثال پوری دنیا میں شاید ہی کہیں مل سکے کہ محض مذہب کے نام پر کسی خطے یا ملک کی بنیاد رکھی جائے ماسوائے وطنِ عزیز پاکستان کے جس کا قیام جس کا مقصد صرف اور صرف اسلام کے سنہری اصولوں کو قانونی اور قومی دھارے میں شامل کر کے مملکت خداداد کی اصل روح کو زندہ رکھنا تھا۔ الحمدللہ ہمارے آپ کے بزرگوں کی بے لوث اور انتھک محنتوں اور بے شمار قربانیوں کی وجہ سے آج مکمل آزادی کے ساتھ پاکستان میں اسلامی عبادات اور قانونی معاملات خوش اسلوبی سے طے پائے جا رہے ہیں، یہ بات شاید کم لوگ ہی جانتے ہوں گے کہ جب تحریک پاکستان اپنے نقطۂ عروج کو چھو رہی تھی اور یہ امکان واضح ہو گیا تھا کہ وہ وقت دور نہیں جب آزاد اسلامی مملکت کا قیام ہو کر رہے گا۔ ایسے میں دیگر ریاستوں کے ساتھ ساتھ ایک ریاست ارکان (جو کہ اب برما کا ایک صوبہ ہے) مسلم اکثریتی آبادی پر مشتمل تھی۔ جہاں کے عمائدین نے یہ کوشش شروع کی کہ کس طرح پاکستان کے ساتھ الحاق ہو جائے لیکن شومئی قسمت سے بعض نادیدہ قوتوں نے یہ مبارک کوشش بارآور ثابت نہ ہونے دی۔ چنانچہ برما کے بدھسٹ تمام تر ریاستی اور جغرافیائی قدروں کو پامال کرتے ہوئے آزاد ریاست ارکان پر چڑھ دوڑے۔ پھر چشمِ فلک نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ اپنے دیس کے باسی اپنے ہی دیس میں بیگانے بنا دیے گئے۔ اسلامی تعلیمات سے لے کر سماجی اور کاروباری زندگیوں میں کفر والحاد کا زہر گھول دیا گیا۔ جس میں مزید شدت ۱۹۶۲ء میں برما پر مارشل لاء کے نفاذ کی صورت میں پیدا ہوئی، مسلمان بچیوں کی آبرو ریزی، نوجوانوں کو چن چن کر مارنے کا نہ ختم ہونے والا ہولناک سلسلہ شروع ہوا۔ بربریت کی یہ لہر گذشتہ کئی دہائیوں سے مسلسل جاری ہے۔ اس وقت بنگلہ دیش پاکستان کا حصہ تھا اور مسندِ صدارت پر جنرل محمد ایوب متمکن تھے۔ انھیں جب روہنگیا مسلمانوں پر بے انتہا ظلم و تشدد کی اطلاعات ملیں تو انھوں نے جرأت مندانہ اور واشگاف لفظوں میں برما کی بدھسٹ حکومت کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ کیا میں اپنی افواج کو حکم دے دوں کہ وہ رنگون میں پہنچ کر قابض ہو جائے؟

لہٰذا روہنگیا مسلمانوں پر جاری تشدد کی لہر صدر محمد ایوب کے دورِ حکومت میں کسی قدر تھمی رہی لیکن ایک تو صدر ایوب کی معزولی اور دوسرا سقوطِ ڈھاکہ کا المناک حادثہ رونما ہو گیا جو دیگر مسلمانانِ پاکستان کے لیے کڑی آزمائش کا باعث بنا وہاں ارکان کے روہنگیا مسلمانوں کے لیے ہولناکیوں کا پیامبر ثابت ہوا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد اپنے دورِ حکومت میں جنرل محمد ضیاء الحق نے بھی حکومتِ برما کو متنبہ کیا۔ بعد ازاں وقت نے مزید انگڑائیاں لیں اور پیپلز پارٹی کے آصف زرداری کرسی صدارت پر جلوہ گر ہوئے جنھوں نے او آئی سی کے ایک اہم اجلاس کے موقع پر روہنگیا مسلمانوں کے مظالم پر مؤثر آواز اٹھائی جسے خاص اہمیت اور پذیرائی بھی ملی اس موقع پر پاکستان میڈیا بھی لائقِ تحسین ہے جنھوں نے بہت دیر سے ہی سہی لیکن مذکورہ مظالم کو پوری دنیا کے سامنے بھرپور انداز میں واضح کیا۔

الحمدللہ فضا بدلی، سوچیں نئے رخ کی طرف مائل ہوئیں اور ملتِ اسلامیہ کے مسلمانوں میں بیداری کی لہر نے اپنے اثرات مرتب کیے اور روہنگیا مسلمانوں کی حالتِ زار پر پاکستان بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں میں بے چینی پھیل گئی اور سراپا احتجاج بن کر سڑکوں پر نکل آئے، ترکی اور سعودیہ کی حکومتوں نے نہ صرف بین الاقوامی سطح پر آواز اٹھائی بلکہ امدادی مہم کو بھی فعال کیا اور خاطر خواہ صورت میں مدد کے لیے عملاً اقدامات کیے۔ بلاتفریق پاکستانیوں کے تمام سیاستدان حضرات نے دوٹوک

الفاظ میں پریس کانفرنسز اور احتجاج کے ذریعے شدید مذمتی بیانات دیئے حتیٰ کہ قومی اسمبلی سینٹ اور تمام صوبائی اسمبلیوں میں متفقہ قراردادیں پاس ہوئیں۔ پاکستان مسلم لیگ (ن)، پاکستان پیپلز پارٹی، پاکستان تحریک انصاف، جمعیت علماءِ اسلام اور دیگر سیاسی جماعتوں کے قائدین کی بھرپور مذمت سے پورا میڈیا، پورا پاکستان گونج اٹھا۔ ایسے میں ارضِ پاک کے متقدر علماء کرام و مشائخ عظام نے بھی اپنی بھرپور نمائندگی سے نوازا۔ وفاق المدارس وتنظیمات المدارس، رابطۃ المدارس الاسلامیہ، وفاق المدارس السّلفیہ و جمعیت اشاعت التوحید والسنّت اور دیگر مذہبی و سیاسی جماعتوں نے برما کے روہنگیا مسلمانوں پر جاری ظالمانہ تشدد کی لہر پر پُر زور مذمت کی اور ملکی سطح پر احتجاجی مظاہروں سے میڈیا کی وساطت سے پوری دنیا کو باور کروایا کہ روہنگیا مسلمان اس وقت کرۂ ارض کی مظلوم ترین اور لاچار قوم ہے جن پر جاری بربریت کو ختم کروانے میں عالمی برادری مؤثر کردار ادا کرے۔ لہٰذا اس صدا کی گونج متعدد ممالک کے ایوانوں تک پہنچ گئی جس کا وقتی طور پر تو ردِعمل محسوس ہوا لیکن بعد ازاں اس میں سُستی دیکھنے کو ملی شاید یہی وجہ ہے کہ برما کے بدھسٹ عوام اور بھکشو بدمست ہاتھی کی طرح دندناتے نظر آرہے ہیں۔

قارئین محترم! آزاد اور پرامن زندگی کے تصور سے کوسوں دور روہنگیا مسلمانوں کے لیے اب ایک سوچی سمجھی اور منظّم سازش کے تحت صوبہ ارکان کے جنگلی اور پہاڑی علاقوں میں حکومتی نگرانی میں مہاجر بستیاں آباد کی جارہی ہیں۔ یوں روہنگیا مسلمان اپنے دیس میں رہتے ہوئے مہاجرانہ زندگی اپنانے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ جن کی جائیدادیں، آباءواجداد صدیوں سے ارکان میں رہے۔ ظالموں کے مظالم ہیں کہ بڑھتے جارہے ہیں۔ ایک طرف جائیدادوں سے محرومی تو دوسری طرف اپنے ملک میں رہنے کے باوجود غیر ملکی قرار دیے جارہے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ برما کے حالیہ الیکشن میں بھی ارکان کے روہنگیا مسلمان اجنبی بنادیے گئے انھیں ووٹ کاسٹ کرنے کے بنیادی اختیار سے محروم کردیا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں قومی شناخت کو ختم کرتے ہوئے روہنگیا مسلمانوں کو غیر ملکی قرار دینے پر عملاً کام شروع کردیا گیا ہے۔ ستم بالائے ستم پوری دنیا کا آزاد میڈیا اور انسانی حقوق کی تنظیمیں آج منہ میں دہی جمائے محوِ تماشہ نظر آرہی ہیں۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مسلمان اپنے طور پر مظلوم روہنگیا مسلمانوں کی مدد واعانت میں آگے آئے۔ گویہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اسلامی ممالک کے کچھ مسلم حکمران بے حمیتی اور خود غرضی کی غلاظت کو فخر کا مقام سمجھے اپنے حال میں مست نظر آرہے ہیں۔ مقامِ تشکر ہے کہ اب بھی اصحابِ خیر حضرات کی کمی نہیں ہے جن کے دلوں کی دھڑکنیں، جن کے جذبات اپنے روہنگیا مسلمان بھائیوں کی تکالیف اور مصائب پر تڑپتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر علماء کرام اور مشائخ عظام نے روہنگیا مسلمانوں کی زبوں حالی کے پیشِ نظر رفاہی اور فلاحی امداد پہنچانے کے لیے اور اسلامی تعلیمات کو مہاجر بچوں میں عام کرنے کے لیے ایسے حالات میں اقدامات کے حوالے سے باقاعدہ ٹرسٹ کی بنیاد رکھنے کے لیے ارادہ فرمایا کہ مختلف عیسائی این جی اوز کی منظّم اور مذموم کارستانیوں کا کچھ مداوا ہوسکے۔ چنانچہ اللہ پاک کے فضل وکرم اور بزرگانِ دین کی مخلصانہ کوششوں سے کم وبیش ۲۹ سال قبل ''خالد بن ولید ٹرسٹ'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کی امارت استاذ العلماء حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خان مدظلہٗ کے شاگرد رشید مولانا عبدالقدوس برمی کو سونپی گئی جو تاحال اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ مصروفِ عمل ہیں۔ لہٰذا ان کے ساتھ رابطہ کرنے والے حضرات مندرجہ ذیل فون نمبروں پر بات کرسکتے ہیں۔

0320-8236500-0336-1258654-0321-2268094

نجم الحسن عارف

عاشقِ ختمِ نبوّت عابد ہاشمی، غیر انسانی سلوک کا نشانہ

قادیانیوں کو اپنی دکان پر آنے سے منع کرنے کے لیے پوسٹر لگانے والے حفیظ سنٹر لاہور کے تاجر عابد ہاشمی کو پولیس حکام نے تقریباً تنتالیس گھنٹے تک مکمل بھوکا اور پیاسا رکھا۔ جب کہ رات کو سونے کے لیے ایک چادر تک نہیں دی گئی۔ بڑا ''مجرم'' ثابت کرنے کے لیے متعلقہ تھانے کے بجائے پولیس زیرِ حراست تاجر کو کبھی ایک اور کبھی دوسرے تھانے میں لے جاتی رہی۔ رہائی کے بعد تاجروں نے عابد ہاشمی کا ایک ہیرو کے طور پر والہانہ استقبال کر کے اس سے اظہارِ یکجہتی کیا۔ پھولوں کے ہار پہنائے اور کندھوں پر بٹھا لیا۔ ضمانت پر رہائی کی درخواست دائر کرنے کے لیے حفیظ سنٹر کی انجمن تاجران نے خود وکیل اور اس کی فیس کا بندوبست کیا۔ اب پولیس ایک دوسرے تاجر نعمان کی گرفتاری کے لیے چھاپے مار رہی ہے۔ نعمان ولد رفیق الحسن پر بھی الزام ہے کہ اس نے اپنی دکان میں قادیانیوں کی آمد کو روکنے اور ان سے تجارتی لین دین نہ کرنے کے لیے تحریری اعلان آویزاں کیا ہے۔

دستیاب اطلاعات کے مطابق گزشتہ سترہ برسوں سے موبائل فونز کے کاروبار سے منسلک عابد ہاشمی کو پولیس نے ہفتے کی شام اس وقت ایک ریستوران سے گرفتار کیا، جب وہ اپنی دکان احمد موبائلز پر کام کرنے والے معاون حافظ محمد قدیم کے ساتھ سوپ پینے کے لیے موجود تھے۔ پولیس عابد ہاشمی اور ان کے معاون کو گرفتار کر کے گلبرگ تھانے کی بجائے ماڈل ٹاؤن لے گئی جہاں رات تین بجے تک جگائے رکھنے کے علاوہ انھیں بھوکا پیاسا بھی رکھا گیا۔ جب کہ تفتیش کے بعد عابد ہاشمی کو حوالات سے ریکارڈ روم میں منتقل کر دیا گیا۔ ذرائع کے مطابق سخت سردی کی اس رات میں پولیس حکام نے قادیانیو ں سے نفرت کے الزام میں پکڑ کر لائے گئے تاجر عابد ہاشمی اور ان کے ملازم کو کوئی کمبل یا بستر تو در کنار عام چادر تک فراہم نہیں کی۔ بعد ازاں رات کے پچھلے پہر تین بجے پولیس حکام نے دونوں افراد کو انوسٹی گیشن سنٹر سے تھانہ کاہنہ میں منتقل کرنے کا حکم دے دیا۔ پولیس نے یہاں بھی اتوار کا سارا دن دونوں کو بھوکا پیاسا رکھا۔ ذرائع کا کہنا تھا کہ کوئی پولیس اہلکار یہ ''رسک'' لینے کو تیار نہیں تھا کہ اعلیٰ حکام تک یہ بھنک پہنچے کہ ایک مذہبی خیالات کے حامل شخص اور اس کے ملازم کو اہلکاوں نے کوئی سہولت دی ہے یا کھانا کھلایا ہے، کیونکہ خدشہ تھا کہ اس طرح ان کے لیے بھی مشکل پیدا ہو سکتی ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ تھانہ کاہنہ میں دونوں حراست میں لیے گئے افراد کا اسی انداز سے ریکارڈ اور فنگر ٹپس مکمل کیے گئے جس طرح بڑے نامی گرامی مجرموں اور دہشت گردوں کے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ تاہم پولیس نے کوئی جسمانی تشدد نہیں کیا۔ واضح رہے کہ لاہور کی تقریباً ہر مارکیٹ میں قادیانیوں کے سماجی اور تجارتی بائیکاٹ کے حوالے سے اسٹیکر لگے ہوئے ہیں۔ لیکن اس واقعہ کا سبب خود ایک قادیانی دکان دار بنا، جو عابد ہاشمی اور بعض دوسرے دکانداروں کو اپنی شناخت ظاہر کیے بغیر قادیانیت کی تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ جس کے ردِ عمل میں ان دکانداروں نے مارکیٹ کے دوسرے افراد کو باخبر کرنے کے لیے ایسے اسٹیکر

آویزاں کیے، جن میں قادیانیوں کے بائیکاٹ اوران کے دکانوں میں داخلے کی ممانعت کے لیے کہا گیا ہے۔ اس حوالے سے ''اُمّت'' نے انجمن تاجران حفیظ سنٹر کے صدر فیاض بٹ سے رابطہ کیا تو ان کا کہنا تھا کہ: ''مقدمہ تو اس قادیانی کے خلاف بننا چاہیے تھا جو مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کررہا تھا۔ لیکن پولیس نے مقدمات مسلمانوں کے خلاف بنانا شروع کر دیے ہیں، ہم نے اس پر سخت احتجاج کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر پولیس نے اپنا رویہ نہ بدلا تو پورے شہر کے تاجر مل کر احتجاج کریں گے کہ یہ ہمارے عقیدے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معاملہ ہے۔ اس پر اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار ہیں، کاروبار تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔''

''اُمّت'' کو معلوم ہوا ہے کہ عابد ہاشمی اوران کے ساتھی حافظ محمد قدیم کو ہفتے کی شام ایک ریستوران سے حراست میں لینے سے دو روز قبل ٹی ایم او کے نام کا ذکر کرنے والے ایک شخص نے دکان پر آکر کہا تھا کہ اسے ٹی ایم او کے دفتر سے بھیجا گیا ہے تاکہ دیکھے کہ آپ نے قادیانیوں کے بارے میں کیا لکھ کر لگا رکھا ہے۔ دو روز بعد پولیس نے گرفتار کیا تو مقامی تاجروں نے پولیس حکام سے کہا کہ یہ کوئی ایسا بڑا جرم نہیں ہے جس پر آپ ایک تاجر کو گرفتار کریں یا مقدمہ بنائیں۔ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ ایک انتباہ کریں اور انھیں چھوڑ دیں۔ لیکن پولیس نے ان کی نہ سنی۔ پولیس نے دو دنوں تک ان دونوں افراد کو حراست میں رکھا۔ لیکن بعد میں عدالت میں صرف دکان کے مالک عابد ہاشمی کو پیش کیا گیا، جب کہ دکان پر بطور ملازم کام کرنے والے حافظ قدیم کو عدالت میں پیش کرنے سے پہلے ہی اچانک رہا کر دیا۔ البتہ عابد ہاشمی کے خلاف گلبرگ تھانے میں منافرت پھیلانے کے جرم میں ایف آئی آر نمبر 2093 میں دفعہ 295 اے اور سولہ ایم پی او کے تحت مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ عابد ہاشمی اور نعمان رفیق ان دنوں حفیظ سنٹر سے متصل حسن ٹاور میں اپنی الگ الگ دکانیں چلا رہے ہیں۔ پولیس کی طرف سے مدعی بننے والے پولیس اہلکار ملک اعجاز نے ''اُمّت'' سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اس نے اس گرفتاری سے پہلے حفیظ سنٹر کی انجمن تاجران کے صدر یا کسی دوسرے عہدیدار سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ کیونکہ یہ معاملہ حکامِ بالا کے علم میں آچکا تھا اور انھی کے حکم پر کارروائی عمل میں آئی ہے۔ دکانداروں نے قادیانیوں کے بارے میں اسٹیکرز پر کتوں کا لفظ بھی لکھ رکھا تھا۔

پولیس کی حراست سے ضمانت پر رہائی پانے والے عابد ہاشمی نے ''اُمّت'' سے بات کرتے ہوئے کہا کہ: ''مجھے گرفتار کرنے والوں نے بار بار پوچھا کہ میرا تعلق کس جماعت سے ہے لیکن میں نے کہا کہ آپ میرا ریکارڈ چیک کرلیں، میں ایک عام مسلمان ہوں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ میں اپنے والدین کی تربیت کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کو ایمان کا حصہ سمجھتا ہوں۔ اس لیے نبی آخر الزماں کے باغی قادیانیوں کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دیتا ہوں نہ دکان پر اور نہ ہی ان کے ساتھ کوئی سماجی یا تجارتی لین دین کرنے کو درست سمجھتا ہوں۔'' ایک سوال پر عابد ہاشمی نے کہا کہ: ''امریکہ میں اگر یہ حق قانون دیتا ہے کہ آپ کسی مسلمان کے ساتھ ڈیلنگ نہ کرنا چاہیں تو نہ کریں، تو ہمیں پاکستان میں یہ حق کیوں نہیں کہ ہم بھی جس کے ساتھ چاہیں کاروبار کریں اور جس کے ساتھ چاہیں نہ کریں۔ میں سترہ اٹھارہ سال

سے کاروبار کررہا ہوں۔ میں تجارت کو سمجھتا ہوں، لیکن ایمان کو نہیں بیچ سکتا۔ جب میں نے پولیس والوں سے کہا کہ میں بس ایک عاشقِ رسول ہوں، اس کے علاوہ کچھ نہیں تو وہ چپ ہو جاتے تھے۔‘‘

دوسری جانب مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے اس واقعے کے بارے میں ’’اُمّت‘‘ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ: ’’معصوم مسلمانوں کی وطن عزیز میں گرفتاریوں کا سلسلہ اسی منصوبے کا حصہ ہے، جس کے تحت حکومت آئین سے تحفظِ ختمِ نبوّت اور ناموسِ رسالت سے متعلق دفعات کو حذف کرنا چاہتی ہے۔ اس حوالے سے انتظامیہ حکومتی ہدایات کی روشنی میں مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں کررہی ہے۔ لیکن عجب بات ہے کہ اپنے کاروباری لین دین میں قادیانیوں کو شریک نہ کرنے والا تو گرفتار ہو جاتا ہے، لیکن جو قادیانی پاکستان کے آئین کو مانتے ہیں نہ ملکی قوانین کو، انھیں گرفتار کیا جاتا ہے نہ ان کے خلاف غداری کا مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ قادیانیوں کے سماجی وتجارتی بائیکاٹ کا فتویٰ تمام مکاتب فکر کے علماء کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اس لیے جو اس فتوے پر عمل کرتا ہے، وہ غلط نہیں کرتا۔‘‘

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق تاجر نعمان رفیق الحسن کی ضمانت قبل از گرفتاری بھی منظور ہوگئی ہے۔

(مطبوعہ: روزنامہ ’’اُمّت‘‘ کراچی، ۱۶؍ دسمبر ۲۰۱۵ء)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

HARIS 1

ڈاؤلینس ریفریجریٹر
اے سی سپلٹ یونٹ
کے بااختیار ڈیلر
حارث ون
Dawlance
061 -4573511
0333-6126856
نزد الفلاح بینک، حسین آگاہی روڈ، ملتان

مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نعت

(مع حواشی وتوضیحات)

جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ ایک تبحر عالم دین، فصیح البیان خطیب، ماہر علم الانساب واسماء الرجال، محقق سیرت وتاریخ ہونے کے ساتھ ساتھ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ نے شاعری میں مولانا عظامیؒ اور جگر مرادآبادیؒ سے اصلاح لی۔ ذیل کی طویل نعت ۷۱/اشعار پر مشتمل ہے جو نعتیہ ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ مولانا ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے ان اشعار میں بعض احادیث کا مفہوم نہایت مہارت سے سمویا ہے۔ حضرت کے ایک رفیقِ فکر مولانا عبدالحق چوہان رحمتہ اللہ علیہ (سابق امیر مجلس احرار اسلام) نے ۲۱/اشعار میں احادیث کی تخریج کر کے لطف دوبالا کر دیا ہے۔ بعض حواشی نامکمل تھے جنھیں مفتی نجم الحق اور مفتی صبیح ہمدانی نے نظر ثانی کر کے احادیث اور ان کا ترجمہ بھی ساتھ نقل کر دیا ہے۔ اصل مسودے کا عکس مولانا عبدالحق نے اپنے ایک عزیز مولانا فقیر اللہ (رحیم یار خان) کو عنایت فرمایا تھا، ان کے شکریے کے ساتھ اب یہ نعت تحقیق وتخریج اور حواشی کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ (مدیر)

أعوذ باللّٰه من الشيطن الرجيم. بسم اللّٰه الرحمن الرحيم. نحمده ونصلّي على رسوله الكريم

آغازِ نعت: بر ساعتِ دو بر چہل و دو دقیقہ بہ مؤرخہ: ۱۵/محرّم الحرام ۱۴۰۵ھ، مطابق:
۱۱/اکتوبر ۱۹۸۴ء، بروز پنج شنبہ بموقع سفراز ملتان برائے قصبہ رکنی وبستی اچڑی، ضلع
لورالائی۔ بلوچستان، براستہ ڈیرہ غازی خان

۱ ہے کس کے بس میں لکھے جو مدحت حضور کی — خلقِ عظیم جب ہے علامت حضور کی
۲ طاقت ہے کس قلم میں کرے وصف کو تمام — منشا خدا کا عین ہے فطرت حضور کی
۳ فرمانِ عائشہؓ ہے کہ قرآن آپ تھے — اب اس سے بڑھ کے ہوگی کیا عظمت حضور کی
۴ اللہ کا کلام مجسم ہو گر تو پھر — صورت حضور کی ہے یا سیرت حضور کی
۵ ہر نقشہ رکھ کے علم میں اس کردگار نے — بے مثل پھر بنائی ہے صورت حضور کی
۶ کل انبیا صفات میں ہیں مختلف مگر — جامع ہے سب صفات میں سیرت حضور کی
۷ کافر ہے جو نہ مانے بشر آپ کو مگر — افضل ہے نور سے بھی حقیقت حضور کی
۸ خلق و بشر، تقدّم و عصمت، حیاتِ قبر — روشن ہے ان صفات سے طینت حضور کی
۹ ہر کفر و ارتداد اور طاغوت کے لیے — لائی پیامِ موت ولادت حضور کی

۱۰ جنت خمیر تھے تو پسینہ گلاب تھا
افزوں ملائکہ سے لطافت حضور کی

۱۱ سورج رواں تھا آپ کے روئے منیر میں
تھی سلسبیلِ نور صباحت حضور کی

۱۲ دیکھے زنانِ مصر نے یوسف تو کاٹے ہاتھ
کٹ جاتیں دیکھتیں جو ملاحت حضور کی

۱۳ نظارۂ جمال تھا بس صبح وشام عشق
کچھ عائشہ سے پوچھو نزاہت حضور کی

۱۴ آنکھوں میں سرخ ڈورے تو پلکیں تھیں سرمہ سا
چشمِ غزال دیکھ! کحالت حضور کی

۱۵ تھے ابراہیم جدِ مجدّد جو آپ کے
کامل تھی ان کے ساتھ شباہت حضور کی

۱۶ حال آنکہ ''کان ربعة'' آیا ہے شان میں
پھر معجزہ ہے قد میں طوالت حضور کی

۱۷ کوثر میں ہے دھلی ہوئی ہر بات آپ کی
ضرب المثل بنی ہے فصاحت حضور کی

۱۸ جس سے کیا کلام وہ مفتون ہوگیا
کتنی دقیقہ رس تھی بلاغت حضور کی

۱۹ ہو لفظ ایک اور معانی ہوں بے شمار
معجز نما رہی ہے خطابت حضور کی

۲۰ چھوٹوں پہ رحم، قدر بڑوں کی، لحاظِ زن
حسنِ سلوک عدو سے تھی عادت حضور کی

۲۱ دیکھا تھا اک نماز میں خوشہ بہشت کا
ہوتا نہ ختم کھاتی جو امّت حضور کی

۲۲ لیکن کفافِ عیش پہ دائم تھے مطمئن
دنیا سے تھی نرالی قناعت حضور کی

۲۳ خالق کو کس نے جانا بلا واسطہ کبھی
امّت کو لازمی ہے وساطت حضور کی

۲۴ جو بھی ملا وہ پل میں بنا ہے خدا شناس
کیسی خدا نما تھی رفاقت حضور کی

۲۵ ہوتا تھا دورِ وحی بھی روح القدُس کے ساتھ
سنتے تھے جبرئیل تلاوت حضور کی

۲۶ پاؤں پہ ورم، اشک رواں، خاک پر جبیں
کیا عجز و انکسار تھا حالت حضور کی

۲۷ عبدِ شکور بن کے نماز و نیاز میں
رہتے تھے محو یوں تھی عبادت حضور کی

۲۸ سہ روزہ فاصلہ پہ تھے مرعوب سب عدو
ناطق ہے اس پہ حشمت و ہیبت حضور کی

۲۹ اللہ کیا مقام تھا کہ وقتِ نزع بھی
واجب فرشتہ پر تھی اجازت حضور کی

۳۰ صدقات اور ترکہ سے سب اہلِ بیت کو
رکھا الگ تو یہ تھی عدالت حضور کی

۳۱ ارضِ فدک تو ''فَے'' ہی تھا جو وقف بن گئی
یہ جھوٹ ہے کہ وہ تھی وراثت حضور کی

۳۲ دین تھا امانت اس کو بنایا نہ سلطنت
شاہی سے یوں جدا ہے رسالت حضور کی

۳۳ توحید اور رسالت و ازواج اور صحاب
بنتی ہے ان ہی تین سے ملت حضور کی

۳۴ ڈیما کریسی کمیونزم اور فرنگیت
ہے ان سے پاک و صاف شریعت حضور کی

۳۵ عدل و اخوت اور مساواتِ حقِّ رزق — الہام آشنا ہے سیاست حضور کی
۳۶ اسلام کا نظام ہے شورائی انتخاب — جمہوریت شکن تھی حکومت حضور کی
۳۷ عورت نہیں تھی کوئی بھی شوریٰ میں منتخب — مردوں پہ انحصار امارت حضور کی
۳۸ عورت ہے شمعِ خانہ تو قوّام ہیں رجال — حکمِ خدا ہے اور شریعت حضور کی
۳۹ طرزِ قیادت آپ کا آفاق گیر ہے — عالم کو ہے محیط امامت حضور کی
۴۰ انجیل اور زبور اور تورات موسویؑ — ناسخ ہوئی ہے سب کو نبوّت حضور کی
۴۱ اللہ اور رسول کو جب تک نہ ہو قبول — ملتی نہیں ہے یوں ہی نیابت حضور کی
۴۲ مانگی علی کے نام پر سہ بار جب دعا — آئی ندا نہیں یہ سفارت حضور کی
۴۳ لکھا ہے میں نے فیصلہ تقدیر میں اٹل — بوبکر کو ملے گی خلافت حضور کی
۴۴ عمِّ نبی زُبیر ہی دادا کے تھے وصی — دراصل کی انھی نے کفالت حضور کی
۴۵ ابّا علی کے ٹھیک ہے کچھ خیر خواہ تھے — عبد مناف نے بھی کی خدمت حضور کی
۴۶ اے کاش کلمہ پڑھتے ابوطالب آپ کا — پھر کیسا رنگ لاتی محبت حضور کی
۴۷ اصحاب جانشینِ نبی تھے نبی نہ تھے — جو کچھ بنے بنا گئی صحبت حضور کی
۴۸ توہین ساتھیوں کی نہ برداشت کی کبھی — بعد از خدا عظیم ہے غیرت حضور کی
۴۹ ازواج و آل اور صحابہ ہیں جنّتی — کام آیا دیں، نہ صرف قرابت حضور کی
۵۰ بوبکر و بوتراب ہیں سردارِ اولیا — جاری رہے گی ان سے ولایت حضور کی
۵۱ پر بعدِ انبیاء کوئی معصوم اب نہیں — مانا نہ یہ تو کیا ہے پھر عزت حضور کی
۵۲ خاتم تھے اس لیے نہ کیے جاسکے شہید — مجروح ورنہ ہوتی تھی حرمت حضور کی
۵۳ دشمن کے سارے وار ہی ناکام ہوگئے — اللہ نے خود ہی کی ہے حفاظت حضور کی
۵۴ توحید ہے ردائے کبریائے ذاتِ حق — یوں ہی ہے تاج ختمِ نبوت حضور کی
۵۵ مانا رسول کو ہے تو مانا خدا کو ہے — طاعت خدا کی سمجھو اطاعت حضور کی
۵۶ تصدیق آپ کی ہے بس تصدیقِ انبیاء — بے مثل ہے یہ ایک فضیلت حضور کی
۵۷ کعبہ ہے جیسے قبلۂ حاجاتِ کائنات — مرکز ہے اہلِ عشق کا تُربت حضور کی
۵۸ عشقِ رسول مانگے ہے اُسوہ کی پیروی — بدعت سے کیسے ابھرے گی الفت حضور کی
۵۹ جنت ہے ان کی مِہر تو دوزخ ہے ان کا قہر — نازک ہے عرش سے بھی طبیعت حضور کی

۶۰ یاور ہے دو جہان میں پہلے خدا کا فضل
آخر میں کام آئے گی نسبت حضور کی

۶۱ محروم تھا میں جلوۂ نورِ جمال سے
اس عمر میں ہوئی ہے زیارت حضور کی

۶۲ مجھ نابکار اور سراپا گناہ پر
بس کچھ نہ پوچھو کتنی تھی شفقت حضور کی

۶۳ فرمایا مجھ کو آپ ہماری ہی آل ہو
سب سے بڑی سند ہے شہادت حضور کی

۶۴ اک ذرۂ حقیر پر اتنا کرم کیا
پہنچا گئی کہاں پہ شرافت حضور کی

۶۵ محسوس کر رہا ہوں میں فیضِ نگاہ کو
یوں مُلتَفِت ہے چشمِ عنایت حضور کی

۶۶ میرا حسن حسین سے شجرہ ہے متصل
(میرا نسب حسن سے نبی سے ہے متصل)
آئی ہے میرے خون میں الفت حضور کی

۶۷ دل میں ندامت، آنکھوں میں آنسو، زباں ہے بند
درکار ایسے میں ہے وکالت حضور کی

۶۸ حافظؔ میں خوفِ موت سے کیسے ہوں بے نیاز
جب جانتا ہوں موت ہے سنت حضور کی

۶۹ دنیا کے غم ہیں ہیچ غمِ آخرت کے ساتھ
ہے فکرِ موت و قبر بھی سنت حضور کی

۷۰ عاصی ہوں دل شکستہ ہوں اور مستمند ہوں
یا رب نصیب کردے شفاعت حضور کی

۷۱ اے رحمتِ تمام میری ہر خطا معاف
آیا ہوں لے کے پونجی میں نسبت حضور کی

والحمد للّٰہ أولاً وآخراً

والصلاۃ والسلام علی محمدٍ رسولِ اللّٰہِ وعلی أزواجہ وأولادِہ وأصحابہ أجمعین ظاهراً وباطناً

پایانِ اکثر و بیشتر نعت شریف در نیم روزِ یک شنبہ، بہ مؤرخہ: ۱۵رمحرّم الحرام ۱۴۰۵ھ، مطابق: ۱۴را اکتوبر ۱۹۸۴ء، وتکمیلِ ثانی قریبِ نیم شب بہ مؤرخہ ۱۸رصفر المظفّر ۱۴۰۵ھ، ۱۳رنومبر ۱۹۸۴ء، دراستقبالیہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال شہر، بموقع آمد برائے تعزیت شہداء۔ فقط
فقیر ابومعاویہ

حواشی

ش:۱، مصرع اوّل:

فَـاِنَّ فَـضْـلَ رَسُوْلِ اللّٰـهِ لَيْـسَ لَـهُ
حَـدٌّ فَيُـعْـرِبُ عَـنْـهُ نَـاطِقٌ بِـفَـمِ

فضل وجاہ مصطفیٰ حدّے ندارد در کمال
تاتواند کرد شخصے روشن آں را بیش و کم

حد نہیں ہے کوئی حضرت کے کمال و فضل کی
ہو بیاں کس منہ سے توصیفِ شہِ خیرالاُمم

(۲)"لَایُمْکِنِ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ"

مصرع دوم: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ (القلم: ۴)

ش۳:

(۱) عن سعد بن هشام قال قلت لعائشة رضی الله تعالی عنها یا ام المؤمنین انبئینی عن خلق رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت الست تقرأالقرآن قلت بلی قالت فان خلق نبی الله کان القرآن (شعب الایمان بیهقی، حدیث نمبر: ۱۳۵۹)

(۲) عن ابی الدرداء انه سئلها عن خلقه علیه الصلوة والسلام فقالت کان خلقه القرآن یرضی برضاه ویسخط لسخطه. (شفاء)

(۳) ودرعوارف المعارف گفتہ: کہ مرادِ عائشہ آنست کہ قرآن مہذبِ اخلاق وے صلی اللہ علیہ وسلم بود۔

ترجمہ: عوارف المعارف میں فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو سنوار دیا تھا۔

ش۶:

وَکُلُّ آیٍ اَتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمٖ

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ کَوَاکِبُهَا
یَظْهَرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمٖ

ہر چہ آوردند مجموعِ رسل از معجزات
از نورِ مصطفیٰ آمد بایشاں لا جرم

او بود خورشیدِ فضل و دیگراں سیارگاں
روشنی سیارگاں ظاہر کنند اندر ظلم

جو رسولانِ جلیل القدر کے تھے معجزات
آپ ہی کے نور سے پایا تھا سب نے یہ کرم

آفتابِ فضل ہیں وہ، سب ستارے انبیاء
کرتے ہیں ظلمت میں ظاہر سب پہ انوارِ کرم

ش۷:

قرآنِ مجید میں ہے کہ خداوندِ قدوس کی طرف سے پیغمبر کی تصدیقِ نبوت کے لیے کفار کے پاس جب کوئی نشان پہنچتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم کو بھی وہی نہ ملے جو اللہ کے پیغمبروں کو مل چکا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بے جا اور احمقانہ سوال کے جواب میں فرمایا: اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ ۔ یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی رسالت کا اہل ہے ۔ یعنی شرفِ رسالت کا اہل ہر کس و ناکس نہیں ہوسکتا بلکہ مرتبۂ رسالت ونبوت کے لیے ظرف واہلیت کا فیصلہ تمام تر اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس مرتبۂ رفیعہ کا اہل ہے۔

حافظ ابنِ قیم رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اُن لوگوں کے زعمِ باطل کی تردید کرتے ہیں جن کے نزدیک انبیاء علیہم السلام اور عام انسانوں کی فطرۃ یکساں ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ اَیْ لَیْسَ کُلُّ اَحَدٍ اَھْلًا وَلَا صَالِحًا لِتَحَمُّلِ الرِّسَالَۃِ بِہٖ لَھَا مَحَالٌ مَخْصُوْصَۃٌ لَاتَلِیْقُ اِلَّابِھَا وَلَاتَصْلُحُ اِلَّالَھَا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِھٰذِہِ الْمَحَالِ مِنْکُمْ وَلَوْ کَانَتِ الذَّوَاتُ مُتَسَاوِیَۃً کَمَا قَالَ ھٰؤُلَاءِ لَمْ یَکُنْ فِیْ ذَالِکَ رَدٌّ عَلَیْھِمْ وَکَذَالِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی: وَکَذَالِکَ فَتَنَّابَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لِیَقُوْلُوْا ھٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنْ بَیْنِنَا اَلَیْسَ اللّٰہُ اَعْلَمَ بِالشَّاکِرِیْنَ . اَیْ: ھُوَ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمَ بِمَنْ یَّشْکُرُہٗ عَلٰی نِعْمَتِہٖ فَیَخْتَصُّہٗ بِفَضْلِہٖ وَیَمُنُّ عَلَیْہِ مِمَّنْ لَایَشْکُرُہٗ فَلَیْسَ کُلُّ مَحَلٍّ یَصْلُحُ لِشُکْرِہٖ وَاحْتِمَالِ مَنِّتِہٖ وَالتَّخَصُّصُ بِکَرَامَتِہٖ فَذَوَاتُ مَا اخْتَارَہٗ وَاصْطَفَاہُ مِنَ الْاَعْیَانِ وَالْاَمَاکِنِ وَالْاَشْخَاصِ وَغَیْرِھَا مُشْتَمِلَۃٌ عَلٰی صِفَاتٍ وَاُمُوْرٍ قَائِمَۃٍ بِھَا لَیْسَتْ فِیْ غَیْرِھَا وَلَاجْلِھَا اصْطَفَاھَا اللّٰہُ وَھُوَ سُبْحَانَہٗ الَّذِیْ فَضَّلَھَا بِتِلْکَ الصِّفَاتِ وَخَصَّھَا بِالْاِخْتِیَارِ .(زادالمعاد ،ص: ۱۰۹ ،ج: ۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اسکی رسالت کا اہل ہے یعنی ہر کس و ناکس رسالۃ کا اہل اور اس کے تحمل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا بلکہ رسالت کے لیے خاص ذوات ہیں کہ وہی صرف اس کے لائق ہوسکتی ہیں اور انہی ذوات میں اہلیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اگر بالفرض تمام انسان فطری صلاحیت کے اعتبار سے برابر ہوں جس طرح کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو اس سے تو پھر اس آیت میں کفار کے شبہ کا جواب نہیں بن سکتا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اس طرح ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعے سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے جس سے یہ لوگ کہیں گے کہ کیا یہی لوگ ہمارے درمیان میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا ہے؟ کیا اللہ شکر گزاروں سے خوب واقف نہیں؟! یعنی خدا ہی جانتا ہے کہ کون اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے گا اس لیے اس کو ناشکروں سے جدا کرکے اپنے فضل کے ساتھ مختص کردیتے ہیں اور اس پر اپنا احسان کرتے ہیں اس لیے ہر ذات اس کے شکر کرنے ،اس کے احسان کے

تحمل اوراس کی خصوصی عزت افزائی کے لیے مختص ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ پس وہ ذوات کہ جن کواللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اختیار فرمایا ہےاوران کو برگزیدہ فرمایا ہےخواہ وہ کوئی خاص نبی ہو یا مکان ہو یا شخص یا اس کے علاوہ، یہ ذوات خصوصی صفات پر مشتمل ہوں گی اوران کے ساتھ ایسے امور قائم ہوں گے جو کہ دوسروں میں موجود نہیں ہوں گے اوراپنی خصوصی صفات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ بنایا ہےاوروہی پاک ذات ہے جس نے ان ذوات کوان صفات کے باعث فضیلت دی ہےاوران کواپنی خصوصی پسند کے لیے مختص کیا ہے۔

لیکن ہمارے ان استدلالات سے یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ انبیاء علیہم السلام کا درجہ عام انسانوں جیسا ہے بلکہ یہ ذواتِ قدسیہ انسانیت کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ امت کے کسی شخص کی بھی ان قدسی صفات نفوس کے ساتھ نسبت نہیں دی جاسکتی اسی توہُّم کے دور کرنے کے لیے نعت کے اسی شعر کے دوسرے مصرعہ میں کہا گیا ہے: ؎

افضل ہے نور سے بھی حقیقت حضور کی

اوراسی فرقِ مراتب کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے:

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ وَلَيْسَ كَالْبَشَرِ
بَلْ هُوَ يَاقُوْتَةٌ وَالنَّاسُ كَالْحَجَرِ

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں لیکن عام انسانوں کی طرح نہیں بلکہ آپ یاقوت ہیں اور باقی انسان عام پتھروں کی طرح ہیں۔

حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’نفوسِ قُدسِیّہ انبیاء علیہم السلام در غایتِ صفاء وعلو فطرۃ آفریدہ شدہ است ودر حکمت الٰہی ہماں صفاء وعلو فطرۃ مستوجب وحی گشتہ اند۔ وریاستِ عالم بایشاں مُفَوَّض شدہ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ‘‘.

ترجمہ: انبیاءِ علیہم السلام کے پاک نفوس انتہائی پاکیزہ اور بلند فطرۃ پیدا کیے گئے ہیں، اسی پاکیزگی اور فطری بلندی کے باعث حکمتِ ربانی ان کے سپرد کی گئی ہے اوراسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ’’اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی رسالت کا اہل ہے۔‘‘ (ازالۃ الخفاء، ج:۱ص:۹)

ش۸:

حیات: بدانکہ حیاتِ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین متفق علیہ است میانِ علمائے امت وہیچ کس را خلاف نیست، دراں کہ آں کامل تر وقوی تر از وجودِ حیاتِ شہداء ومقاتلین فی سبیل اللہ است کہ آں معنوی اخروی است عنداللہ، وحیاتِ انبیاء حیاتِ حسی دنیوی است۔ واحادیث وا ثار دراں واقع شدہ است، چنانچہ مذکور گردد یکے ازاں حدیث است کہ ابویعلی بنقلِ ثقات از روایت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ آوردہ قال، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ.

ترجمہ: جان لو کہ حیاتِ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین علماءِ امت کے درمیان مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حیاتِ انبیاء، حیاتِ شہداء اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کی حیات سے کامل تر اور قوی تر ہے۔ ان کی حیات معنوی، اخروی ہے اور حیات انبیاء حسی اور دنیوی ہے۔ اور اس مسئلہ میں احادیث وآثار واقع ہوئے ہیں، جیسا کہ (کتابوں میں) مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے جسے حضرت ابویعلیٰ ثقہ راویوں کے واسطہ سے لائے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں (نجم)۔

البتہ علماءِ امت میں یہ اختلاف ہے کہ حیاتِ بدن کو حلول روح مقدسہ کی وجہ سے ہے یا کہ اِشراف روح کے باعث ہے۔ حضرت مولانا قاسم العلوم والخیرات نانوتوی قُدِّسَ سِرُّهُ الْعَزِیْز کی رائے یہ ہے کہ حلول روح کی وجہ سے ہے علامہ ابن قیم شمس الدین بن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ اِشراف روح علی البدن کے باعث ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: ''اِنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقَرَّتْ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی مَعَ اَرْوَاحِ الْاَنْبِیَاءِ وَمع هذا فلها اِشراف علی البدن واشراق وتعلق به بحیث یرد السلام علی من سلم علیه (زاد المعاد، ص: ۴۹، ج: ۲)

شیخ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے بھی یہی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: فروحه المقدسة صلی الله علیه وسلم قد استقرت فی الرفیق الأعلی مع ارواح الأنبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَلَایَتَوَهَّمُ مِنْ هٰذَا اِنْحِصَارُ حَیَاتِهٖ فِیْ قَبْرِهِ الشَّرِیْفِ ،فَاِنَّ لِرُوْحِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِشْرَافًاعَلَی الْبَدَنِ الْمُبَارَکِ المطیَّب وَتَعَلُّقًا بِهٖ وَبَدَنُهٗ فِیْ ضریحه غیر مفقود، واِذا سلّم عَلَیْهِ اَلْمُسَلِّمَ، رَدَّاللّٰهُ عَلَیْهِ رُوْحَهٗ حَتّٰی یَرُدُّ عَلَیْهِ السَّلَامَ .کَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ .(فتح الملهم، ص: ۴۲۱، ج: ۳)

ترجمہ: تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک رفیق اعلیٰ میں دوسرے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی ارواح کے ساتھ مقیم ہے باوجود اس کے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کے ساتھ تعلق ہے، اس طرح کا تعلق اور اشراق ہے کہ اگر آپ پر کوئی شخص صلاۃ وسلام کا ہدیہ پیش کرتا ہے تو آپ خود ہی اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

تقدُّم: آپ کے علو درجہ پر بھی تقدم کا اطلاق ہوتا ہے اس اعتبار سے تقدم سے مراد تقدمِ رتبی ہوگا، اور اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ رُوْحَ مُحَمَّدٍ۔ (مدارج، ص: ۲۶۰، ج: ۱)

ترجمہ: سب سے پہلے جو اللہ نے پیدا کیا وہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔

عِصمت: قَالَ اَئِمَّةُ الْاُصُوْلِ :اَلْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کُلُّهُمْ مَعْصُوْمُوْنَ لَا یَصْدُرُ عَنْهُمْ ذَنْبٌ وَلَوْ صَغِیْرَةً ، سَهْوًا .وَلَایَجُوْزُ عَلَیْهِمُ الْخَطَاءُ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی قَطْعًا .(الیواقیت،

ص: ۲، ج: ۲)

ترجمہ: ائمہ اصول فرماتے ہیں: انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سب کے سب معصوم ہیں ان سے چھوٹے سے چھوٹا اور بھولے سے بھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوسکتا۔ (نجم)

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا اصْطَفَی الْأَنْبِیَاءَ فِیْ سَابِقِ عِلْمِہٖ لِلنُّبُوَّۃِ وَاَدَاءِ الرِّسَالَۃِ وسَّمهم لِذَالِکَ فِیْ مَبَادِیْ اُمُوْرِھِمْ وَحَمَاھُمْ مِنْ مَکَائِدِ الشَّیْطَانِ وَصَفّٰی سَرَائِرَھُمْ مِنَ الْکُدُوْرَاتِ وَشَرَحَ صُدُوْرَھُمْ بِنُوْرِہٖ وَزَیَّنَھُمْ بِالْاَخْلَاقِ الْحَمِیْدَۃِ وَطَھَّرَھُمْ عَنِ الرِّجْسِ وَالرَّزَائِلِ. (معارف، ص: ۳۲۵، ج: ۳)

ترجمہ: بے شک جب اللہ تعالی نے اپنے علمِ سابق میں انبیاء کو نبوت اور اداءِ رسالت کے لیے چن لیا تو ان کے ابتدائی زمانے سے ہی ان میں اس کی نشانیاں پیدا کردیں اور شیطان کی چالوں سے ان کی حفاظت کی، اور ان کے باطن کو (دنیوی) الائشوں سے صاف کیا، اور ان کے سینوں کو اپنے نور کے طفیل کھول دیا، اور ان کو عمدہ اخلاق سے مزین کیا، اور ہر طرح کی میل کچیل سے ان کو پاک کیا۔ (نجم)

ش ۱۰:

جنت خمیر: لَارَیْبَ اَنَّ اَبْدَانَ الْاَنْبِیَاءِ ثُمَّ سَیِّدُالْاَنْبِیَاءِ نبتتَ عَلٰی اَجْسَادِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ. کَمَاثَبَتَ فِی الْحَدِیْثِ. (معارف، ص: ۳۲۵، ج: ۳)

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ابدان، پھر (خصوصا) سید الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کا بدن مبارک اہلِ جنت کے جسموں پر ظاہر ہوے۔ (نجم)

پسینے کی خوشبو: (۱) قَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَاشَمَمْتُ عَنْبَرًا قَطُّ وَلَامِسْکًا وَلَاشَیْئًا اَطْیَبُ مِنْ رِیْحِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. (مسلم، ج: ۲، ص: ۲۵۷ بَابُ طِیْبِ رِیْحِہٖ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَلِیْنُ مِسْکِہٖ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نہ کبھی عنبر اور نہ کبھی مشک اور نہ کوئی اور شے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خشبو سے زیادہ خوشبو دار سونگھی۔ (نجم)

(۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ دَخَلَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَنَا عَرَقٌ وَ جَاءَتْ اُمِّیْ بِقَارُوْرَۃٍ فَجَعَلَتْ تَسْلُتُ الْعَرَقَ فِیْھَا فَاسْتَیْقَظَ النَّبِیُّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَااُمَّ سُلَیْمٍ مَاھٰذَا الَّذِیْ تَصْنَعِیْنَ فَقَالَتْ ھٰذَا عَرَقُکَ نَجْعَلُہٗ فِیْ طِیْبِنَا وَھُوَ مِنْ اَطْیَبِ الطِّیْبِ. (مسلم، ج: ۲، ص: ۲۵۷، باب طیب عرقه صلی الله علیه وسلم والتبرک به)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی الہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ہوتا تھا، اور میری امی ایک بوتل لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

پسینہ نچوڑنے لگیں، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے، فرمایا:
اے ام سلیم یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ عرض کیا یہ آپ کا پسینہ ہے جسے ہم اپنی خوشبو میں ملا لیتے ہیں تو وہ سب خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہو جاتی ہے۔ (نجم)

ش ۱۵:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الْاَنْبِيَاءُ فَاِذَامُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ضُرِبَ مِنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْئَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شِبْهًا عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهٖ شِبْهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهُ الْكَرِيْمَةَ .(شمائل ترمذی ،باب ما جاء فی خلق رسول الله صلی الله علیه وسلم)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مجھ پر سب انبیاء علیہم السلام پیش کیے گئے (یعنی مجھے دکھائے گئے) پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو میں نے دیکھا تو وہ ذرا پتلے دبلے بدن کے آدمی ہیں گویا کہ قبیلہ شنوئہ کے لوگوں میں سے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان سب لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں عروہ بن مسعود ان سے زیادہ ملتے جلتے معلوم ہوئے، اور حضرت ابراھیم کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے میں خود ہی ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ہوں۔ (ترجمہ از خصائل نبوی)

ش ۱۶:

(۱) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيْلِ الْمُمَغَّطِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ.(شمائل ترمذی ،باب ما جاء فی خلق رسول الله صلی الله علیه وسلم)

ترجمہ؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے نہ زیادہ پست قد، بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ (خصائل ترمذی)

(۲) اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ :اِنْعَتْ لَنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِفَةً لَنَا ! قَالَ: كَانَ لَيْسَ بِالذَّاهِبِ طُوْلًا وَفَوْقَ الرَّبْعَةِ اِذَا جَاءَ مَعَ الْقَوْمِ غَمَرَهُمْ .(طبقات ،ص: ۴۱۱، ج: ۱)

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کیجئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ بہت طویل القامت نہیں تھے درمیانہ قد کے کچھ طویل تھے البتہ جس وقت لوگون کے ساتھ ہوتے تو سب سے اوپر نظر آتے۔

(۳) ودر حدیث عائشہ آمدہ کہ چوں تنہا بودے ربعہ بودے وچوں درمیانِ قوم بودے از ہمہ بلند وسرفراز نمودے ومنسوب بطول گرددوا گر دومرد در دوطرف وے بودے از ہر دو بلند نمودی وچوں مفارقۃ میکردند منسوب بر بعہ شدے۔(مدارج،ص:۱۶،ج:۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ہوتے تو درمیانہ قد کے ہوتے تھے اور جب قوم کے درمیان کھڑے ہوتے تو سب سے بلند اور نمایاں دکھائی دیتے اور لمبے قد کی طرف منسوب ہوتے اور اگر دومرد آپ کی دوطرف ہوتے تو آپ ہر دو سے بلند دکھائی دیتے اور جب وہ جدا ہوجاتے تو آپ درمیانے قد کی طرف منسوب ہوجاتے۔

ظاہر حدیث دلیل است کہ ایں از کرامتِ الٰہی بشانِ پاک حبیب خود بود صلی اللہ علیہ وسلم چہ بسیار طول فی الواقع مذموم است وچوں در پہلوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسے طویل بسیار بودے حق سبحانہ تعالیٰ حبیب خود را فوق ہمہ اصحاب داشتہ تا کسے سرفراز نباشد۔(حاشیہ مدارج)

ترجمہ: ظاہر حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ آپ کے اس معجزہ میں خدوند قدوس کی طرف سے آپ کی عزب افزائی تھی کونکہ فی الواقع زیادہ طول القامۃ ہونا معیوب ہے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طویل القامۃ شخص کے پہلو میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو بلند کردیتے اور آپ سب سے بلند معلوم ہوتے تا کہ ظاہری لحاظ سے بھی آپ سے کوئی شخص بلند نہ ہوجائے۔

ش۱۸:

جوامع الکلم کی تعریف: وَهُوَ الْقَلِيْلُ الْجَامِعُ لِكَثِيْرٍ.(البيان و التبيين)

ترجمہ: جوامع الکلم یہ ہے کہ مختصر الفاظ میں کثیر معانی ادا ہوجائیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ.

(بخاری،باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم نصرت بالرعب مسیرة شهر،ج:۱،ص:۴۱۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔(یعنی مخالفین پر میرا رعب پڑ کران کو مغلوب کردیتا ہے۔(نجم)

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَ خُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ.(رواه مسلم فی الفضائل)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمام انبیاء میں چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے: اول یہ کہ مجھے جوامع الکلم دیے گئے اور دوسرے یہ کہ رعب سے میری مدد کی گئی (یعنی مخالفین پر میرا رعب پڑ کران کو مغلوب کردیتا ہے)، تیسرے میرے لیے غنیمت کا مال حلال کردیا گیا (برخلاف انبیاء

سابقین کے کہ مالِ غنیمت ان کے لیے حلال نہ تھا، بلکہ آسمان سے ایک آگ نازل ہوتی تھی جو تمام مال کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی اور یہی جہاد کی مقبولیت کی علامت سمجھی جاتی تھی)، اور چوتھے میرے لیے تمام زمین نماز پڑھنے کی جگہ بنادی گئی (بخلاف امم سابقہ کے کہ ان کی نماز صرف مسجدوں میں ہی ہو سکتی تھی)، اور زمین کی مٹی میرے لیے پاک کرنے والی بنادی گئی (یعنی بوقتِ ضرورت تیمّم جائز کیا گیا جو کہ پہلی امتوں کے لیے جائز نہ تھا)، پانچواں میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں (بخلاف انبیاءِ سابقین کے کہ وہ خاص خاص قوموں کی طرف کسی خاص اقلیم میں ایک محدود زمانہ تک کے لیے مبعوث ہوتے تھے، چھٹے یہ کہ مجھ پر انبیاء ختم کر دیے گئے۔ (ترجمہ از ختمِ نبوۃ، مفتی محمد شفیع صاحب)

(۳) كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصِيْحَ اللِّسَانِ بَلِيْغَ الْقَوْلِ نَاصِحَ اللَّفْظِ جَزْلَ الْعِبَارَةِ قَلِيْلَ التَّكَلُّفِ أُوْتِيَ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَخُصَّ بِبَدَائِعِ الْحِكَمِ وَعُلِّمَ اَلْسِنَةَ الْعَرَبِ. (عظمۃِ رسول، ص: ۲۷۵، بحوالہ نقوش، ص: ۳۶۹، ج: ۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصیح زبان والے، بلیغ گفتگو کرنے والے، صاف الفاظ ادا کرنے والے، مختصر عبارت والے، بہت کم تکلف والے تھے، انہیں جوامع الکلم عطاء کیے گئے، نادر حکمتوں سے نوازا گیا، اور عرب کی زبانوں کا علم عطاء کیا گیا۔

(۴) حضرت ابوبکر نے آپ سے ایک دفعہ سوال کیا: لَقَدْ طُفْتُ فِي الْعَرَبِ وَسَمِعْتُ فُصَحَاءَ هُمْ فَمَاسَمِعْتُ اَفْصَحَ مِنْكَ فَمَنْ اَدَّبَكَ؟ قَالَ اَدَّبَنِيْ رَبِّيْ فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبِيْ.

(یعنی عرب میں گھوما، ان کے فصحاء کو سنا، میں نے آپ سے زیادہ فصیح گفتگو کرنے والا کسی کو نہیں سنا، کس نے آپ کو ادب سکھایا؟ فرمایا: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور میرا ادب اچھا ہو گیا۔) (ص: ۳۴۵)

(۵) وَكَلَامُهُ الْفَصِيْحُ لَايُجَارِيْ فِيْ فَصَاحَتِهٖ وَلَايُبَارِيْ فِيْ بَلَاغَتِهٖ وَالَّذِيْ هُوَ النِّهَايَةُ فِي الْبَيَانِ وَالْغَايَةُ فِي الْبُرْهَانِ الْمُشْتَمِلُ عَلٰى جَوَامِعِ الْكَلِمِ وَبَدَائِعِ الْحِكَمِ الْمُتَضَمَّنُ بِقَلِيْلِ الْمَبَانِيْ كَثِيْرًامِّنَ الْمَعَانِيْ. (نقوش، ص: ۵۴۹، ج؛ ۸)

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ: اُوْتِيَ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَخُصَّ بِبَدَائِعِ الْحِكَمِ وَعُلِّمَ اَلْسِنَةَ الْعَرَبِ كُلَّهَا. (ص؛ ۴۴)

ترجمہ: آپ علیہ السلام کو جوامع الکلم عطاء کیے گئے اور نادر حکمتوں سے خاص کیا گیا اور عرب کی تمام زبانوں کا علم دیا گیا۔ (نجم)

ش ۲۱:

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَفَفْتَ ؟ فَقَالَ: اِنِّيْ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَابَقِيَتِ الدُّنْيَا. (مسلم، ج: ۱،

ص: ۲۹۸، کتاب الکسوف)

ترجمہ: صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اسی جگہ پر کسی چیز کے پکڑنے کا ارادہ فرمایا اور پھر آپ رک گئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں جنت دیکھی اور میں نے ایک خوشہ انگور پکڑنے کا ارادہ کیا اور اگر میں خوشہ انگور پکڑ لیتا تو جب تک دنیا رہتی تم اس سے کھاتے رہتے۔

ش۲۲:

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَاقَالَتْ مَاشَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِیْرٍ یَوْمَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ حَتّٰی قُبِضَ. (ترمذی، باب ماجاء فی معیشة النبی صلی الله علیه وسلم و اهله، ج: ۱، ص: ۵۱۰، مکتبه: رحمانیه، لاهور)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر میں کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن پیٹ نہیں بھرا۔

(۲) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِیَجْعَلَ لِیْ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا قُلْتُ لَا یَا رَبِّ وَلٰكِنْ اَشْبَعُ یَوْمًا وَاَجُوْعُ یَوْمًا اَوْ قَالَ ثَلَاثًا اَوْ نَحْوِ هٰذَا فَاِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْكَ وَذَكَرْتُكَ فَاِذَا شَبِعْتُ شَكَرْتُكَ وَحَمِدْتُكَ. (ترمذی، باب ماجاء فی الکفاف و الصبر علیه، ج: ۱، ص: ۵۰۹، مکتبه: رحمانیه، لاهور)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ وادی بطحاءِ مکہ کے پہاڑ میرے لیے سونا بنا دے۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے رب اس طرح نہ ہو بلکہ یہ ہو کہ ایک دن پیٹ بھر لوں اور ایک دن بھوکا رہوں، یا تین دن فرمائے، یا اسی طرح (کچھ فرمایا)۔ جس وقت بھوکا رہوں گا تو آپ کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کروں گا اور آپ کی یاد میں مشغول رہوں گا، اور جس وقت کھانا کھاؤں گا تو آپ کا شکر و حمد کروں گا۔ (نجم)

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا. [کفایة من غیر اسراف]. (ترمذی. باب ماجاء فی معیشة النبی صلی الله علیه وسلم واهله. ج: ۱، ص: ۵۱۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ آل محمد کا رزق بقدرِ کفایت کر دے۔ (نجم)

ش۲۶، ۲۷:

عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِیْلَ

لَهُ أَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَأَخَّرَ ؟ قَالَ أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.
(شمائل ترمذی،باب ماجاء فی عبادۃرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر لمبی نفلیں پڑھتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک ورم کر گئے تھے، صحابہ نے عرض کیا کہ آپ اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ کے اول وآخر سب گناہ بخش دیے ہیں؟ حضور نے ارشادفرمایا (کہ حق جل شانہ نے مجھ پر اتنا انعام فرمایا ہے) تو کیا میں اس کا شکرادانہ کروں! (ترجمہ از خصائلِ نبوی)

ش ۲۸:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ .(بخاری ،کتاب التیمم ،ج: ۱،ص: ۴۸)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میری مدد کی گئی ہے رعب کے ساتھ ایک مہینہ کی مسافت تک ۔(نجم)

ش ۲۹:

ثُمَّ اسْتَأْذَنَ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ جِبْرِيْلُ يَااَحْمَدُ !هٰذَا مَلَكُ الْمَوْتِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ وَلَمْ يَسْتَأْذِنْ عَلٰى آدمی كان قبلک وَلَا يَسْتَأْذِنُ عَلٰى آدَمِيٍّ بَعْدَكَ قَالَ: اِئْذَنْ ،فَدَخَلَ مَلَكُ الْمَوْتِ فَوَقَفَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! يَا اَحْمَدُ! اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اُطِيْعَكَ فِيْ كُلِّ مَاتَأْمُرُنِيْهِ . اِنْ اَمَرْتَنِيْ اَنْ اَقْبِضَ نَفْسَكَ قَبَضْتُهَا وَاِنْ اَمَرْتَنِيْ اَنْ اَتْرُكَهَا تَرَكْتُهَا. قَالَ وَتَفْعَلُ يَامَلَكَ الْمَوْتِ. قَالَ بِذَالِكَ اُمِرْتُ اَنْ اُطِيْعَكَ فِيْ كُلِّ مَا اَمَرْتَنِيْ .فَقَالَ جِبْرِيْلُ :اِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ اِلَيْكَ .قَالَ: فَاقْضِ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ لِمَااُمِرْتَ بِهٖ. (طبقات ابن سعد ،ج: ۲،ص ۲۵۹)

ترجمہ: اس کے بعد ملک الموت نے اجازت مانگی ،جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے احمد !یہ فرشتہ اجل اجازت چاہتا ہے، آپ سے پہلے بھی اس نے کسی سے اجازت نہیں مانگی اور بعد میں بھی کسی سے اجازت نہیں لے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو آنے کی اجازت دیدو اس کے بعد ملک الموت داخل ہوا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں ،اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کی روح قبض کروں اور اگر آپ فرمادیں تو چھوڑ دوں ۔آپ نے فرمایا اے ملک الموت تو اپنا کام کر۔ فرشتے نے کہا مجھے حکم ہوا ہے کہ جو آپ حکم فرمائیں میں اس کو پورا کروں، حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ

سے ملاقات چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت جو تجھے حکم ہوا ہے وہ کر۔

ش۳۶:

اسماء اصحاب الشوریٰ:　طلحہ، الزبیر، عبدالرحمٰن، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید۔

ش۴۲،۴۳:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِیْ سَئَلْتُ رَبِّیْ اَنْ یَّجْعَلَ الْخَلِیْفَةَ مِنْ بَعْدِیْ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَایَشَاءُ ، اَلْخَلِیْفَةُ مِنْ بَعْدِكَ اَبُوْبَكْرٍ. (ازالة الخفاء، ص: ۳۰، ج: ۱)

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج عطاء ہوئی تو میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میرے بعد خلیفہ علی بن طالب کو بنائیں، فرشتوں نے جواب میں کہا اے محمد! اللہ وہی کرتے ہیں جو چاہتے ہیں، آپ کے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے۔

ش۴۴:

اسمائے ازواج عبدالمطلب:

۱. فَاطِمَةُ بِنْتُ عَمْرِو بْنِ عَائِذ
۲. نُبَیْلَةُ بِنْتُ اُهَیْبٍ
۳. هَالَةُ بِنْتُ اُهَیْبٍ
۴. صَفِیَّةُ بِنْتُ جُنَیْدَبٍ
۵. لُبْنٰی بِنْتُ هَاجِرٍ
۶. مُمَنَّعَةُ بِنْتُ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ

اولاد عبدالمطلب:

عبدالله، والزبیر، و عبد مناف وهو ابو طالب.

وَكَانَ الزُّبَیْرُ اَحَدَ حُكَّامِ قُرَیْشٍ، وَهُوَ اَسَنُّ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَمِنْ اَبِیْ طَالِبٍ، وَاُمُّ حَكِیْمِ الْبَیْضَاءُ تَوْأَمَةُ عَبْدِ اللّٰهِ. وَعَاتِكَةُ بِنْتُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَرَّةُ بِنْتُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأُمَیْمَةُ بِنْتُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَرْوٰی بِنْتُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَاُمُّ هٰؤُلَاءِ جَمِیْعًا فَاطِمَةُ بِنْتُ عَمْرِو بْنِ عَائِذِ بْنِ عَمْرَانَ.

وَالْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَاُمُّهٗ نُتَیْلَةُ بِنْتُ جَنَابِ بْنِ كُلَیْبٍ.

وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَسَدُاللّٰهِ وَاَسَدُ رَسُوْلِهٖ وَالْمُقَوِّمُ وَیُكْنٰی اَبَابَكْرٍ، وَحَجْلٌ وَاسْمُهُ الْمُغِیْرَةُ وَصَفِیَّةُ وَاُمُّ هٰؤُلَاءِ هَالَةُ بِنْتُ اُهَیْبٍ.

وَالْحَارِثُ بِنْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَبِهٖ كَانَ يُكْنٰى وَهُوَ اَكْبَرُ وَلَدِهٖ ،وَتُشَمْ بِنْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ ،هَلَكَ صَغِيْرًا، وَصَفِيَّةُ بِنْتُ جُنَيْدَبِ وَاُمُّهُمَاصَفِيَّةُ بِنْتُ جُنَيْدَب.

عُبْدُ الْعُزَّى بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَهُوَ اَبُوْ لَهَبٍ وَاُمَّهُ لُبْنٰى بِنْتُ هَاجِرٍ

وَالْغَيْدَاقُ وَاسْمُهُ نَوْفَلُ ،اُمُّهُ مُمَنَّعَةُ بِنْتُ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ.(انساب القريش،ص:۸۷،۸۸،۸۹،۹۰)

ترجمہ: اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ قریش کے حاکم تھے، وہ عبداللہ اور ابوطالب سے بڑے تھے، اور ام حکیم البَیضاء، عبداللہ کی ہم بطن تھی، اور عاتکہ بنت عبدالمطلب، اور بَرَّہ بنت عبدالمطلب، اور اُمَیْمَہ بنت عبدالمطلب، اور اَرْوٰی بنت عبدالمطلب، اِن سب کی ماں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران ہیں۔

اور عباس بن عبدالمطلب، اور ان کی ماں کا نام نُتَیْلَہ بنت جناب بن کلیب ہے۔

اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب، اللہ اور اس کے رسول کے شیر، اور مقوّم، جن کی کنیت ابوبکر تھی، اور حجل، جن کا نام مغیرہ تھا، اور صفیہ۔ ان سب کی ماں کی نام ہالہ بنت اہیب ہے۔

اور حارث بن عبدالمطلب، اور اسی نام پر ابوطالب کی کنیت تھی اور یہ ان کے بڑے بیٹے تھے، اور تُشَم بن عبد المطلب، یہ بچپن میں فوت ہوگئے تھے، ان دونوں کی مان کا نام صفیہ بنت جنیدب ہے۔

عبدالعزّٰی بن عبدالمطلب، یہی ابولہب ہے، اس کی ماں کا نام لُبْنٰی بنت ہاجر ہے۔

اور غیداق، اور اس کا نام نوفل ہے، اور اس کی ماں کا نام مُمَنَّعَہ بنت عمرو بن مالک ہے۔ (نجم)

وَعَبْدُاللّٰهِ اَبَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالزُّبَيْرُ وَكَانَ شَاعِرًا شَرِيْفًا وَاِلَيْهِ اَوْصٰى عَبْدُ الْمُطَّلِبِ. (طبقات، ص: ۹۳، ج: ۱)

ترجمہ: اور عبداللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے والد تھے اور عبدالمطلب نے حضرت زبیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی بنایا تھا جو شریف النفس شاعر تھے۔ (نجم)

قبائل حلف الفضول: بَنُوْ هَاشِمْ ،بَنُو الْمُطَّلِبِ ،اَحْلَافُهُمْ ، بَنُوْ زُهْرَه ، بَنُوْ تَمِيْمٍ ،

وَكَانَ سَبَبُ هٰذَا الْحَلْفِ أَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَدْعَانَ وَرُؤَسَاءَ هٰذِهِ الْقَبَائِلِ اِجْتَمَعُوْا فَاحْتَلَفُوْاَنْ لَّا يَدْعُوْا اَحَدًا يَظْلِمُ بِمَكَّةَ اَحَدًا اِلَّا نَصَرُوْا الْمَظْلُوْمَ عَلَى الظَّالِمِ وَاَخَذُوْا لَهُ بِحَقِّهٖ. (المحبَّر ص:۱۶۷) للعلامه الاخبارى النَّسَّابَه ابى جعفر محمد بن حبيب ابن اُميه بن عمر والهاشمى البغدادى)

ترجمہ: اس معاہدہ (یعنی حلف الفضول) کا سبب یہ تھا کہ زبیر بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جدعان اور ان قبائل کے سردار ایک مکان میں جمع ہوئے اور انہوں نے معاہدہ کیا کہ مکہ میں کسی شخص کو اس طرح آزاد نہ چھوڑیں گے کہ وہ

کسی پر ظلم کرے مگر مظلوم کی امداد کریں گے اور ظالم سے مظلوم کا حق دلوائیں گے۔

ش ۴۶:

(۱) روایت کردہ است از ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ می گفت سوگند بخدا ے کہ فرستادہ است ترا بحق کہ اسلام ابو طالب خنک روشن کنندہ تر ست چشم مرا از اسلام وے یعنی ابو قحافہ کہ پدر من است زیرا کہ خنک کنندہ است چشم ترا۔ (مدارج، ص: ۲۹۷، ج:۱)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کرتے تھے: اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! بے شک اگر ابوطالب اسلام قبول کر لیتے تو میری آنکھوں کو ان کی یعنی میرے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے اسلام سے زیادہ ٹھنڈک و روشنی ملتی، کیونکہ وہ آپ کی آنکھوں کی (زیادہ) ٹھنڈک کا سبب ہوتا۔ (نجم)

(۲) اَنَّ اَبَاطَالِبٍ لَمَّاحَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ: اَىْ عَمِّ ! قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَکَ بِهَاعِنْدَ اللّٰهِ. فَقَالَ اَبُوْجَهْلٍ وَعَبْدُاللّٰهِ ابْنُ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَ اِلَّا يُكَلِّمَاهُ حَتّٰى قَالَ اٰخِرَ شَيْءٍ يُكَلِّمُهُمْ بِهٖ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ .فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ مَالَمْ اُنْهَ عَنْکَ فَنَزَلَتْ: ما كان للنبى الذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولى القربىٰ من بعد ما تبيّن لهم انّهم اصحاب الجحيم. ونزلت: اِنَّک لا تهدى من احببت. (بخارى ج: ۱ ص: ۵۴۸)

ترجمہ: جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے جبکہ اس کے پاس ابوجہل بھی تھا، فرمایا اے میرے چچا! صرف ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لو میں آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں گواہی دوں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا اے ابوطالب! عبدالمطلب کے دین سے پیٹھ پھیر رہے ہو اور یہ دونوں مسلسل یہ بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ابوطالب نے ان سے جو آخری بات کی وہ یہ تھی کہ عبدالمطلب کے دین پر ہوں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں آپ کے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے روک نہیں دیا جاتا''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اور اگر چہ وہ ہوں قرابت والے، جب کہ کھل چکا ان پر کہ وہ ہیں دوزخ والے (التوبہ: آیت: ۱۱۳، ترجمہ شیخ الہند) اور یہ آیت نازل ہوئی: تو راہ پر نہیں لاتا جس کو چاہے (القصص: آیت: ۵۶، ترجمہ شیخ الہند)۔

ش ۴۷:

وَمَنْ ذَهَبَ اِلٰى اَنَّ النُّبُوَّةَ مُكْتَسَبَةٌ لَاتَنْقَطِعُ، أَوْ اِلٰى أَنَّ الْوَلِيَّ أَفْضَلُ مِنَ النَّبِيِّ فَهُوَ زِنْدِيْقٌ يَجِبُ قَتْلُهُ. (بحر المحيط، ص: ۲۳۶، ج:۷)

ترجمہ: جس شخص کا مذہب یہ ہو کہ نبوت کسبی شے ہے، ختم نہیں ہوئی (بلکہ جاری ہے)، یا یہ مذہب رکھتا ہو کہ

ولی نبی سے افضل ہے تو وہ زندیق ہے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ (نجم)

ش۵۳:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَاقَالَ .قَاتَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَحَارِبَ خَصفۃفَجَاءَ رَجُلٌ حَتّٰی قَامَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالسَّیْفِ فَقَالَ مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ؟فَقَالَ:اَللّٰہُ .فَسَقَطَ السَّیْفُ مِنْ یَدِہٖ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّیْفَ فَقَالَ مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ؟قَالَ کُنْ خَیْرَ اٰخِذ، قال اَتشھد اَن لَّا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ؟ قَالَ:لَا .غَیْرَ اَنِّیْ لَااُقَاتِلُکَ وَلَا اَکُوْنُ مَعَ قَوْمٍ یُقَاتِلُوْنَکَ ،فَخَلّٰی سَبِیْلَہٗ .فَجَاءَ اَصْحَابُہٗ فَقَالَ جِئْتُکُمْ مِنْ عِنْدِ خَیْرِ النَّاسِ.

ترجمہ: روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محارب خصفہ کے مقام پر بنوغطفان سے جنگ کرنے کی غرض سے فروکش تھے (کفار مسلمانوں کی بے خبری سے موقع کی گھات میں تھے) کہ ایک کافر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا (حضور اس وقت ایک درخت کے نیچے آرام فرما تھے) وہ کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ! اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار پکڑی اور فرمایا: تمھیں مجھ سے کون بچائے گا؟ وہ کہنے لگا: (آپ تلوار کو) زیادہ بہتر طریقے سے پکڑنے والے بن جائیے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ وہ کہنے لگا: نہیں، لیکن میں آپ سے جنگ نہ کروں گا نہ آپ سے جنگ کا ارادہ رکھنے والی قوم کا ساتھ دوں گا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا راستہ چھوڑ دیا، وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور کہا: میں بہترین انسان کی طرف سے تمھارے پاس آیا ہوں۔

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان

ابن امیرِ شریعت
حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

31 دسمبر 2015ء
28 جنوری 2016ء
جمعرات بعد نمازِ مغرب

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر واصلاحی بیان ہوتا ہے

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن

قریش کے سردار کا کہنا تھا کہ...... اخلاق اچھے ہوں، آدمی ظلم نہ کرے اور غرور و تکبر سے بچا رہے تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ کوئی کہتا ہے اس سردار نے ایک سو دس برس عمر پائی، کوئی کہتا ہے ۵۷۹ء میں ۸۲ برس کی عمر میں خانۂ کعبہ کے اس رکھوالے کا انتقال ہوا۔ اس وقت ابرہہ اشرم کے واقعہ کو کوئی آٹھ برس گزر گئے تھے۔

یہ سردار یثرب میں پیدا ہوا، سات آٹھ برس کی عمر تک وہیں رہا، پھر مکہ آیا۔ ہجرت کے بعد یثرب کی بستی مدینۃ النبی کہلانے لگی۔ اس سردار کی والدہ سلمیٰ بنونجار کی تھیں اور آج جہاں مسجد نبوی ہے اس کے پاس ہی رہتی تھیں۔ ابھی یہ سردار پیدا نہیں ہوا تھا کہ فلسطین کے شہر غزہ میں اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ ہاشم نام تھا، عمر مشکل سے پچیس برس کی ہو گی۔ اسی زمانے میں قریش کا یہ سردار اپنے ننھیال میں پیدا ہوا۔ عجیب بات یہ تھی کہ نومولود کے سر میں ایک گچھا سفید بالوں کا تھا۔ اسی لیے عزیز رشتہ دار اسے ''شیبۃ الحمد'' پکارنے لگے۔ نام عامر تھا لیکن شہرت چچا کے نام سے ہوئی جو مطّلب کہلاتے تھے۔ چونکہ چچا بھتیجا اکثر ساتھ رہتے تھے اس لیے لوگوں نے بھتیجے کو عبدالمطّلب پکارنا شروع کیا یعنی، مطلب کا غلام!

عبدالمطّلب تجارت کرتے تھے۔ شام اور یمن کے علاقوں میں ان کا کاروبار تھا۔ اونٹوں کے بہت بڑے گلے کے مالک تھے۔ طائف میں بھی ایک کنواں ان کے پاس تھا۔ خانۂ کعبہ کے رکھوالوں میں ان کا بڑا اعزاز تھا اور مکے کی یاترا کے موقع پر دو بڑے کام ان کے سپرد تھے۔ ''سقایہ'' یعنی پانی پلانا اور ''رفادہ'' یعنی کھانا کھلانا۔ یاتری بڑی تعداد میں مکے میں جمع ہوتے تو آج کی اصطلاح میں عبدالمطلب کا ہوٹل کا کاروبار خوب چمک جاتا تھا۔ وہ بڑے خوش اخلاق اور فیاض آدمی تھے۔ ان کی مہمان نوازی کی دور دور شہرت تھی۔ دسترخوان ہمیشہ وسیع رکھتے تھے۔ انھوں نے بہت سے کنویں کھدوا دیئے تھے۔ زمزم کو پھر سے کھدوانے کے لیے انھوں نے تین راتوں تک مسلسل خواب دیکھا تھا۔ زمزم کا کنواں بڑے عرصے پہلے عمرو بن حارث جرہمی نے بند کرا دیا تھا۔ لوگوں کو یہ بھی نہ یاد رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں واقع تھا۔ عبدالمطّلب کا شمار موحدین میں ہوتا ہے۔ وہ دینِ ابراہیمی کے پیروکار تھے اور رمضان کا مہینہ غارِ حرا میں گزارتے تھے، جہاں بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ ابنِ حزم نے لکھا ہے کہ یہاں آپ ارادۂ الٰہی کی وجہ سے جاتے تھے۔ ان کی زیادہ اولاد ان کی بیوی بنومخزوم کی فاطمہ کے بطن سے ہوئی۔ جن سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم اور چچاؤں میں زبیر اور ابو طالب کے علاوہ اُمّ حکیم البیضاء بھی تھیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نانی تھیں۔ اُمّ حکیم حضرت عبداللہ کی توَام بہن تھیں۔ ان کے علاوہ عاتکہ، برّہ، اُمیمہ اور اروٰی بھی سگی بہنیں تھیں، یہ تفصیل ابنِ سعد کی ہے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ابولہب بھی انھی کے بطن سے تھا۔ لیکن مستند روایت یہ ہے کہ ابولہب کی والدہ بنی خُزاعہ کی تھی۔

چھے برس کی عمر میں جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو حضرت عبدالمطلب اپنے پوتے کو اپنے گھر لے آئے۔ وہ آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ مختلف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں یقین تھا کہ آمنہ کا جگر گوشہ بڑا نام پانے والا ہے۔ جب یہ بچہ آٹھ برس کا ہوا تو ایک دن اپنے دادا کی چارپائی کے پاس بیٹھا زار و قطار رو رہا تھا کیونکہ یتیم پوتے کے سرپرستِ شفقت رکھنے والے سربراہِ خاندان نے وفات پائی تھی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۳ برس کی عمر میں مدینہ ہجرت فرمائی، آٹھ برس کی عمر سے لے کر ۵۳ برس تک کل ۴۵ سال ہوتے ہیں۔ اس عرصے میں خاندان کے تین سربراہ منتخب ہوئے۔ دادا کی وفات کے بعد جیسا کہ طبقاتِ ابن سعد میں ہے زبیر جو عبدالمطلب کے وصی اور جانشین تھے، خاندان کے سربراہ بنائے گئے۔ حربِ فُجّار اور حلف الفُضول کے وقت وہی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرپرست اور خاندان کے سربراہ تھے۔ انھی کی بیوی عاتکہ نے حضرت آمنہ کی وفات کے بعد ان کے چھے سالہ بیٹے کو ماں کا پیار دیا۔ الاصابہ کی روایت ہے کہ ان کے بیٹے عبداللہ نظر آجاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرطِ محبت سے پکار اٹھتے کہ یہ میری پیاری ماں کا بیٹا ہے۔

بعض روایتوں کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۱، ۲۲ برس کی تھی اور سیرت الحلبیہ کے مطابق ۲۴ برس کی تھی کہ زبیر کا انتقال ہوا اور ان کی جگہ ابوطالب خاندان کے سربراہ مقرر ہوئے۔ ابوطالب نے ہجرت سے دو ڈھائی سال پہلے شعبِ بنو ہاشم میں انتقال کیا تو خاندان کا سربراہ ابولہب منتخب ہوا۔ جو بدر کی لڑائی کے بعد سرطان میں مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ اس وقت اسلامی مملکت قائم ہو چکی تھی۔ بنو ہاشم اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنا سربراہ سمجھتے تھے۔

ابوطالب کی وفات کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر انچاس سال آٹھ مہینے گیارہ دن تھی۔ مکّی زندگی میں دین کی تبلیغ صرف دو چچاؤں نے کی۔ ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے، دوسرے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے! امیر حمزہ رضی اللہ عنہ دارِ ارقم میں ایمان لے آئے۔ یہ نبوت کے پانچویں سال کی بات ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے، آخری بیعت عقبہ کے موقع پر صرف وہی اللہ کے نبی کے ساتھ تھے۔ ان کی بیوی اُمّ الفضل بالکل ابتدائی ایمان لانے والوں میں شامل ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ایمان کا اعلان فتح مکہ سے ایک دن پہلے ''جحفہ'' کے مقام پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آخر المہاجرین کا خطاب عطا فرمایا۔ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تو اُحد کی لڑائی میں شہید ہوئے، لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے۔ آپ کے بعد کوئی بارہ سال زندہ رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں باغ فدک کی نگرانی ان کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سپرد کر دی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ۸۸ برس میں ان کا انتقال ہوا۔

سربراہِ خاندان چاہے کوئی بھی رہے ہوں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کسی نے نہیں کی۔ آپ کے والد کے ترکے سے آپ کی آمدنی اتنی کچھ ہوتی تھی کہ آپ ہمیشہ خوشحال رہے اور دوسروں کی مدد فرماتے رہے۔

(ماخوذ: طوبیٰ، ص: ۵۱۷۔۵۲۰)

ابومعاویہ واجد علی ہاشمی

آنحضرت صلی اللہ وسلم کے وقت جزیرۃ العرب کی مذہبی حالت

آغاز دعوتِ اسلام:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوت اسلام کا آغاز فرمایا اس وقت تمام عرب آپ کا مخالف ہو گیا ایک طرف مشرک قبائل، دوسری طرف یہودی سرمایہ دار، تیسری طرف نصرانی موجود تھے۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد:

یہود کی چودھراہٹ ختم ہوگئی عبداللہ بن اُبی کی سرداری پر تینوں یہودی قبائل بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینُقاع جو کہ متفق ہو چکے تھے، ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے اس کی سرداری کا منصوبہ ختم ہوکر رہ گیا، جس سے اس کے دل میں اسلام کی دشمنی پیدا ہوگئی۔ یہودی شروع ہی سے اسلام کے مخالف تھے اگر چہ عیسائی کچھ نرم گوشہ رکھتے تھے لیکن وہ بھی اسلام کے مخالف تھے۔ غزوۂ بدر، اُحد اور خندق میں یہودیوں اور عیسائیوں نے مشرکینِ عرب کو ورغلایا اور مسلمانوں کے مدِمقابل لے آئے لیکن ان کو ناکامی ہوئی۔ بدر میں مسلمانوں کے غلبہ سے مغلوب ہوکر عبداللہ ابن اُبی جو کہ تاریخ میں رئیس المنافقین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو کہ یہودی تھا بظاہر اسلام کا غلبہ قبول کر کے مسلمانوں کی صف میں شامل ہو گیا لیکن یہ منافق تھا۔ جس نے یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مل کر اسلام کے خلاف سازشیں کرنا شروع کر دیں۔ اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود، نصاریٰ، مشرکینِ مکہ اور منافقین سے واسطہ پڑ گیا تھا۔

یہود اور مشرکین کا گٹھ جوڑ:

یمن جو کہ یہود کا مضبوط مرکز تھا۔ مدینہ میں بھی یہودی تجارت پہ چھائے ہوئے تھے، معیشت پر ان کا قبضہ تھا۔ مشرکین کا پیشہ بھی تجارت تھا کاروباری لین دین کی وجہ سے ان میں قربت تھی۔ اسلام دشمنی نے ان کو اور زیادہ قریب کر دیا۔ مدینہ میں آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی قبائل سے مختلف دفاعی معاہدات کیے یہود کی وعدہ خلافی کی وجہ سے ان کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کشی کی اور مدینہ اور خیبر کے مضبوط گڑھ ان کے ختم کیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہی میں عیسائیوں پر بھی لشکر کشی کی گئی، ان کے علاقے فتح کیے گئے۔ عبداللہ بن ابی منافق نے بھی مشرکین یہود و نصاریٰ سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ اب مسلمانوں کو یہود، نصاریٰ، مشرکین اور منافقین کا سامنا تھا۔

منافقین:

اس طبقہ نے اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ جن کا اوّل سرغنہ عبداللہ بن ابی تھا، جو مرتے دم تک اسلام کا مخالف رہا اور اسلام کے خلاف ناپاک جسارتیں کرتا رہا۔

عَہدِ نبوی کی دو طاقتیں (۱) فارس (ایران)، (۲) روم تھے۔ ان دونوں کے درمیان لڑائی ہوئی ایرانی غالب آ گئے۔ مشرکین مکہ ایرانی مجوسیوں کی طرف میلان رکھتے تھے کیونکہ مجوسی آتش پرست تھے اور مشرکین بت پرست۔ اور

مسلمان اہل روم کی طرف میلان رکھتے تھے کیونکہ رومی اہل کتاب تھے۔ ایرانیوں کے یہودیوں اور مشرکینِ مکہ کے ساتھ خوشگوار تعلقات تھے۔ عہدِ نبوی میں یہودیت، مجوسیت، منافقت، عیسائیت اور مشرکین کی تحریکوں نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف خفیہ یا علانیہ کردار ادا کیا۔

وصیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

یہود کی انھی اسلام دشمن اور خفیہ سازشوں کا نتیجہ تھا کہ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت جہاں اور وصیتیں فرمائیں وہاں یہ وصیت بھی فرمائی:

''اَخرِجُوا الْیَھُوْدَمِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ''　　　یہود کو عرب کے جزیرہ سے باہر نکال دو۔

(بخاری، جلد: ۱، ص: ۴۴۶۔ مسند احمد، ج: ۹، حدیث: ۶۳۶۷)

یہ وصیت ہر اس آدمی کے لیے تھی جو بارِ خلافت اٹھائے۔ چنانچہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ فتنۂ ارتداد، منکرینِ ختم نبوت، منکرینِ زکوٰۃ اور کئی دوسرے استحصالی فتنوں میں الجھ گئے جو کہ اس وقت کی اہم ضرورت تھے۔ اس فرمان کی طرف متوجہ نہ ہو سکے بلکہ ان کو اس کا موقع ہی نہ مل سکا۔ چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہ وصیت پوری فرمائی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مخالفت کے اسباب

پہلا سبب:

جزیرۃ العرب سے نکالے ہوئے یہ یہودی خلافتِ اسلامیہ اور اس کے باہر مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ خلیفۂ اسلام کے خلاف اپنی جلا وطنی کا یہ انتقامی جذبہ ان کے دلوں میں سلگنے لگا اور انھوں نے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ انھی میں ایک عبداللہ ابن سباء جو کہ یمن کا یہودی تھا جو اپنے خاندان اور اپنی قوم کا یہ انتقام لینے کے لیے اس تحریک کی قیادت کر رہا تھا۔

دوسرا سبب، عربوں کا عجم پر غلبہ و فوقیت:

۱۴ھ میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سلطنتِ ایران کو زیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ قادسیہ کی فیصلہ کن جنگ نے خاندانِ کسریٰ کی قسمت کا فیصلہ کر دیا، جس میں ایک لاکھ سے دو لاکھ کے درمیان ایرانی مارے گئے۔ ان کی قیمتی اشیاء کسریٰ کا تخت، قالین اور انتہائی قیمتی فانوس ان کی عورتیں لونڈیاں بنا کر دربارِ خلافت میں بطور مالِ غنائم کے پیش کی گئیں۔ اس کے سورما رستم، ہرمزان، فیروزان، بہمن وغیرہ تہ تیغ کیے گئے۔ ایران کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی، فتوحات میں کچھ لوگ مسلمان ہوئے لیکن ان کی ذہنی زمین میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو سکی بلکہ ان کے ذہن اسلام کی حقانیت قبول کرنے کی بجائے اسلام کی بیخ کنی میں لگ گئے۔ وہ کلمہ پڑھ لینے کے باوجود بھی جغرافیائی قدروں پر ایمان رکھتے ہوئے کبھی بھی ایرانیوں پر عربوں کا سیاسی غلبہ برداشت نہ کر سکے۔ جلا وطن ہونے والے یہودی ایران میں موجود تھے، انھیں ایسے ہی منافق نما مسلمانوں کی ضرورت تھی، یہودیوں نے ایرانیوں کی نفسیاتی کمزوریوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور انھیں خلیفۂ وقت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسایا۔ ایرانی فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی نالاں تھے، اس لیے ایرانی یہودیوں

کے ہمنوا بن گئے ۔ یہود و مجوس دونوں مرکزِ خلافت کے خلاف ناپاک سازشوں کے جال بننے لگے۔

خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ میں فتنہ کے اثرات:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عمدہ پالیسی نے اس فتنہ کے آتشیں لاوے کو باہر نہ نکلنے دیا جس کے نتیجے میں ایران کے مجوسیوں اور یہودیوں نے ایک سازش تیار کی، ابولؤلؤ فیروز مجوسی کے ذریعہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا۔ ایران کا نومسلم منافق (ہرمزان) اس قتل میں ملوث تھا، یوں خلیفۂ راشد، مرادِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مصلیٰ رسول پہ خنجروں کے وار کر کے شہید کر دیا۔ قاتل نے خودکشی کر لی، خلافت کا یہ مہتاب غروب ہوگیا، جب قاتل کے بارے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے کہا کہ: ''الحمد للہ میرے قتل میں کوئی مسلمان ملوث نہیں۔''

یہود و مجوس کی سازش کے نتیجہ میں آپ یکم محرم ۲۴ھ کو شہید ہوگئے۔

خلافتِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں فتنہ کے برگ و بار:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد اس خفیہ تحریک کی قیادت یمن کے یہودی عبداللہ ابن سبا کے ہاتھ میں آتی ہے اور یہ اپنی سازشوں کو پوری خلافتِ اسلامیہ میں سے تین چار شہروں کوفہ، بصرہ اور مصر میں پھیلاتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ خلافت کی مسند پر آتے ہیں، آپ فطرتاً نرم خو اور سلیم الطبع تھے، جس سے منافقین اور اشرار نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ آپ کی خلافت کے آخری سالوں میں عبداللہ ابن سبا اور اس کے حامی اور سفیروں نے ہر جگہ دورے کر کے خلیفۂ اسلام اور ان کے گورنروں کے خلاف زہر اگلا۔ امن وامان کی فضا کو تہہ و بالا کیا، مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے محبت اہل بیت کا نعرہ لگایا۔

جب امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کے رب کی طرف سے بلاوا آگیا تو فتنوں کی بندش کا دروازہ ٹوٹ گیا جس کا ٹوٹنا اپنے وقت پر مقدر تھا اور منافقین کی سازش کامیاب ہوگئی، اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ قاتل نے خود بھی فوراً جہنم میں چھلانگ لگا دی۔ سازش کیا تھی؟ اس سعیٔ لا حاصل میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنا وقت ضائع نہ کیا تقدیر کو بہر حال نافذ ہونا تھا سو نافذ ہوگئی اور تاجِ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر پر سجا دیا گیا۔ جو شرم وحیا، علم وحلم میں بے مثال تھے۔ عفو و درگزر، تقویٰ، توکل، صبر و تحمل، جود و سخا میں بے مثال تھے۔ لاکھوں افرادِ اُمت کے دل جن کی محبت میں دھڑکتے تھے، جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری اُمت خوش تھی۔ خلافت میں جس نے تیسرا نمبر پایا اور دمِ واپسیں پر نبیٔ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیتوں کو نبھاتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کے اخلاقِ کریمانہ، دریا دلی اور صفتِ عفو و شفقت ہی سے منافقین نے غلط فائدہ اٹھایا، خراسان اور شمال و مشرق کے علاقے جنگی صورتحال سے گرم تھے اور وہاں لوگوں کو ایسی شریرانہ چالبازیوں کا ذوق نہ تھا۔ شام حمص اور اردن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ انتظام تھے، اہلِ روم سے بھی جنگ جاری تھی، حرمین شریفین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھاری تعداد موجود تھی اس لیے یہاں شریرانہ چالبازیوں کو موقع نہ مل سکا۔ تین شہر ایسے تھے جہاں پرامن زندگی جوبن پر تھی، ان شہروں کے اصل باشندے عجم تھے۔ عراق، مصر کی فتح کے بعد یہاں عرب بھی آباد ہوئے، یہ شہر مصر، کوفہ اور بصرہ تھے۔ ان تین شہروں کے پرامن ماحول میں منافقین اپنی

شریرانہ حرکتوں کا بیج بونے اور اپنی فتنہ پرداز کارروائیوں کو پروان چڑھانے اور اپنے گروپ فعال بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ ان تین شہروں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عاملین حسبِ ذیل ہیں۔ کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص، ان کے بعد ولید بن عقبہ، ان کے بعد سعید بن العاص اور پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔

بصرہ میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، ان کے بعد عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔ مصر میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ۔ خلافتِ عثمانی کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں ان عاملین کے خلاف ان شہروں کے عوام میں سے کسی ایک فرد کی کوئی ایک شکایت بھی تاریخ کی کتابوں میں دستیاب نہیں ہے، لیکن فتنہ پردازوں کا گروہِ اشرار شور مچا رہا ہے کہ بیت المال اپنے رشتہ داروں میں لُٹا دیا گیا، سرکاری عہدے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیے، نوعمر اور ناتجربہ کار رشتہ داروں کو عہدوں پر فائز کر دیا گیا، کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو عہدوں سے برطرف کر دیا گیا، یہ شور آج پندرہویں صدی بعد بھی اسی طرح سنا اور سنایا جا رہا ہے۔ جس طرح آج سے پندرہ صدی پہلے فتنہ بازوں کے گروہِ اشرار نے شور مچا مچا کر لوگوں کو سنایا تھا۔ لیکن حقائق کی دنیا میں عملاً ان گھناؤنے الزامات میں سے کسی ایک الزام کا بھی قطعاً کوئی وجود نہیں ہے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصی ہدایت فرمائی تھی کہ اس فتنہ کا مقابلہ صبر سے کرنا ہوگا۔

مصر سبائی تحریک کا مرکز:

یہ سبائی خفیہ تحریک کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ لیکن کوفہ میں اس کے اثرات کم نہ تھے۔ اشتر نخعی ابن الحنکہ، جندب صعصہ، کمیل، عمیر بن ضابی اس تحریک کے سرپرست تھے۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ گورنر کوفہ ان پر کڑی نظر رکھتے تھے، اس کی شکایت لے کر ایک وفد خلیفہ کے پاس جا پہنچا، کبھی کوئی شکایت اور کبھی کوئی، بالآخر ان کو معزول کروا کر دم لیا۔

بصرہ میں فتنہ کی ابتدا:

بصرہ میں خلافتِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گورنر تھے۔ خلافتِ فاروقی کے آخری ایام میں وہاں ایک جماعت ان کی مخالف ہوگئی اور وہ ان کی شکایت دربارِ خلافت میں پہنچاتی رہتی، لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے حسنِ تدبر سے ان کی سازش کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ خلافتِ عثمانی میں ان لوگوں نے شدت سے ان کی معزولی کا مطالبہ کیا چنانچہ ان کو معزول کر کے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو گورنر بصرہ بنا دیا گیا۔

ایک روز گورنر کو پتہ چلا کہ ایک آدمی آیا ہے اور خلافتِ اسلامیہ کے خلاف لوگوں کو ابھارتا ہے، تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ وہ عبداللہ ابن سباء ہے جو یمن سے آیا ہوا نومسلم ہے۔ اس نووارد کو گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ یہاں نہیں رہ سکتے پھر یہ بصرہ سے کوفہ چلا گیا اور اسے مرکز بنا کر ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوگیا، اسے کوفہ میں فضا سازگار نظر آئی۔ کوفہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بسایا گیا تھا اور مجاہدین کی یہ ایک چھاؤنی کی شکل اختیار کر گیا، فتوحاتِ فاروقی میں بہت سے علاقوں کے نومسلم موجود تھے جنھوں نے کوفہ میں ہی رہائش اختیار کر لی۔ کوفہ کے لوگ راسخ العقیدہ نہ تھے، ابھی اسلام کی عظمت ان پر پوری طرح ان کے دلوں میں نہ سما سکی، کلمہ پڑھ لینے کے باوجود یہ لوگ وطن پرستی، لسانیت اور قومیت پرستی کے

دلدادہ تھے۔ عبداللہ ابن سبا منافق کو ایسے ہی لوگوں کی ضرورت تھی جو اسے میسر یہاں آ گئے لہٰذا کوفہ، بصرہ اور مصر سے اس نے اپنی خفیہ زمینی تحریک کا آغاز کیا اور بالآخر شہادتِ عثمان، شہادتِ فاروق اعظم، جنگِ جمل، جنگِ صفین، جنگِ نہروان اور حادثۂ کربلا اسی سازش کے طور پر رونما ہوئے۔ ان تمام حادثات وسانحات میں ابن سباء یہودی کی سازش ہی کارفرما نظر آتی ہے۔

عبداللہ ابن سباء کی حکمتِ عملی:

عبداللہ ابن سباء یمن کا رہنے والا ایک یہودی تھا، اس کی ماں حبشن تھی۔ ۳۵ھ ہجری کے قریب یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک باقاعدہ اور منظم تحریک بنانے میں کامیاب ہوا۔ عبداللہ ابن سباء اور اس کے حامیوں کی کوششوں سے مفسدین کی جماعت ملک میں تیزی سے پھیل گئی۔ ہر علاقہ کے مفسدین کا نقطۂ نظر الگ الگ تھا۔ اہلِ کوفہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ پر نگاہ جمائے ہوئے تھے، اہلِ بصرہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو پسند کرتے تھے، اہلِ مصر سیدنا علی المرتضیٰ کے ساتھ امیدیں باندھے ہوئے تھے اور عراق کے لوگوں کی ایک جماعت قریش کے تمام افراد سے بغض وعداوت رکھتی تھی۔ عبداللہ ابن سبا نے اپنی حکمتِ عملی سے کام لے کر سب کو مخالفتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں متحد کر دیا اور سب ایک ہی نعرہ لگانے لگے کہ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کی معزولی چاہتے ہیں۔

ان تمام مختلف خیال لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر ابن سباء متحد کرنے میں کیونکر کامیاب ہوا اور اس کی کامیابی کے کیا اسباب تھے اب اس کا جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

ابنِ سباء کی کامیابی کے اسباب:

یہودی: ابنِ سبا کی تحریک کے وقت اسلام کے خلاف مشرکین، یہودی، عیسائی اور منافقین کی تحریکیں کام کر رہی تھیں۔ اس لیے ابنِ سباء کو زیادہ محنت نہ کرنا پڑی اسے ایسے افراد بکثرت مل گئے جس کی اسے ضرورت تھی۔ ان تمام تحریکوں میں جو کہ اسلام دشمنی میں ایک دوسرے کی معاون تھیں، مختلف لوگوں کو اسلام کے خلاف متحد کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ یہ خود یمن کا یہودی تھا، مدینہ اور خیبر سے یہود کی جزیرۃ العرب سے جلاوطنی کا انتقام نے اسے منافقت کا لبادہ اوڑھنے پر مجبور کیا تا کہ وہ مسلمانوں سے اپنی قوم یہود کی جلاوطنی کا انتقام لے سکے اور کسی نہ کسی طرح جزیرہ عرب میں یہودی سکونت اختیار کر سکیں۔

مجوسیت: اس تحریک کی کامیابی کا دوسرا بڑا سبب مجوسیت تھی۔ اہلِ فارس (ایران) کے مجوسی وہ بھی اہلِ عرب کے غلبہ کو نہ برداشت کر سکے اور اسلام کے دشمن ہو گئے۔ بظاہر کلمہ بھی پڑھ لیا لیکن قومیت اور لسانیت کی لعنت سے نہ نکل سکے اور ابنِ سباء کی تحریک کا آسانی سے حصہ بن گئے، اس طرح ایرانی بھی خلافتِ اسلامیہ کے دشمن بن گئے۔

عام عرب قبائل: عام عرب قبائل میں مشرکین اور عیسائی شامل تھے، یہ بھی اسلام کے سخت دشمن بن گئے اور یہ تمام قبائل بھی آسانی سے اسلام دشمنی کی وجہ سے ابنِ سباء کی تحریک کا حصہ بن گئے۔ یوں حالات کی موافقت کی وجہ سے زمین ان فتنوں کی زرخیزی کے لیے سازگار بنتی گئی اور اس کی تحریک بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوگئی۔

☆......☆......☆

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ...... ہمارا فیصلہ ہے

''اچھا ذرا ٹھہرو، میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں'' وہ گھر کے اندر تشریف لے گئے، چند لمحوں بعد گھر سے نکلے تو ان کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، آتے ہی مسلمانی کے دعوے دار کا سر قلم کر دیا۔

وہ کہہ رہا تھا: ''اے عمر! تم فیصلہ کرو'' ابنِ خطاب نے کہا: ''میرا فیصلہ یہ ہے''۔

ہوا یوں تھا کہ ایک یہودی اور ایک مسلمان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ یہودی کو اپنے حق ہونے کا یقین تھا، اس نے کہا چلو تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے بیانات سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ وہاں تو نہ رشتہ داری کا پاس تھا، نہ جماعت اور ہم عقیدہ ہونے کا۔ عدل کی بنیادیں اپنی ہوتی ہیں، جو صرف حقائق پر استوار ہوتی ہیں، وہاں کوئی استثنا نہیں ہوتا۔ نہ رشوت، نہ سفارش، نہ مال، نہ اونچا خاندان!

اس نام نہاد مسلمان کے دل میں کھوٹ تھا، یا یوں کہیں کہ ذاتی اغراض کے لالچ میں اس نے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا تھا، تو اس کے اثرات سے اس کے دل میں کھوٹ پیدا ہو گیا تھا۔ باہر گلی میں نکل کر یہودی سے کہنے لگا: ''عمر بن خطاب بڑے ذہین وفطین ہیں، ان سے نظرِ ثانی نہ کروالیں؟'' ہدایت تو نصیب سے اور جھولی پھیلانے سے ملتی ہے مگر یہود ونصاریٰ میں سے ان گنت لوگ ایسے گزرے اور آج بھی ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں اور ان کے اعمال واقوال اور ان کے اصحاب کو حق مانتے ہیں۔ اس یہودی کو بھی نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابِ معظم پر اعتماد تھا۔ اس نے سوچا، ابن خطاب جسے لسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فاروق اعظم کا خطاب ملا ہے یقیناً مجھے وہاں بھی انصاف ہی ملے گا۔ اس نے کہا ''چلو میں تیار ہوں''۔ وہ دونوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے۔ مسلمان نے پہل کر کے اپنا تعارف کرایا اور اپنا مقدمہ پیش کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میرا مسلمان ہونا سنیں گے تو وہ میرے حق میں فیصلہ سنا دیں گے۔ یہودی نے اپنا مؤقف بیان کرنے سے پہلے یہ بھی کہہ دیا کہ: ''اے خطاب کے بیٹے! اس قضیے کا فیصلہ پہلے تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے حق میں کر چکے ہیں''۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمان سے پوچھا: ''کیا یہ درست کہہ رہا ہے؟'' مسلمان نے کہا: ''جی ہاں، ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تھے مگر انھوں نے اس یہودی کو سچا کہہ دیا، اس کے حق میں فیصلہ کر دیا''۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اچھا ذرا ٹھہرو! میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں'' گھر سے جا کر تلوار لائے اور اس کی گردن اڑا دی۔ مسلمانی کے دعوے دار کے عزیز واقارب نے شور مچا دیا کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایک کلمہ گو

مسلمان کو قتل کر دیا۔ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت لے کر آئے کہ ان کو بدلہ دلوایا جائے۔ عدل سراپا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ خطاب کو اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے طلب فرمایا۔ یہاں استثنا نہیں تھا کہ عمر بن خطاب کو تو ملاءِ اعلیٰ میں عرضیاں پیش کر کے عزتِ اسلام کے لیے مانگ کر لیا تھا۔ ہاں! مرادِ مصطفیٰ کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی استثنا نہیں دیا۔ شرعِ محمدی میں کوئی استثنا ہے ہی نہیں، لیکن رب العلیٰ، ربِ مصطفیٰ جلّ جلالہٗ کو ابنِ خطاب کا عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہونا کب گوارا تھا۔ جو کوئی بھی صحبتِ نبوی میں خلوصِ دل سے پہنچا، جس کسی کو صحابیت کا زرّیں تاج ایک بار سرفرازی دے گیا، بس پھر......دو جہانوں میں کامیاب ہو گیا۔

ابن خطاب کی آمد چند قدموں سے ہونے والی تھی مگر ہزاروں لاکھوں بلکہ انسانی فہم سے بالا فاصلوں سے عرشِ معلّٰی سے اَنمٹ فیصلہ لے کر جبریل امین ان سے پہلے حاضر دربارِ نبوی ہو گئے۔ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عمر سچے ہیں، وہ مقتول منافق تھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رب کی قسم! جو بندہ آنجناب کے فیصلے کو دل سے تسلیم نہیں کرتا وہ مومن نہیں منافق ہے، جسے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ منظور نہیں اس کا فیصلہ عمر کی تلوار سے ہوگا۔ اسے زمین کے اوپر رہنے کا کوئی حق نہیں''۔ اب نہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو صفائی اور گواہانِ صفائی پیش کرنے کی ضرورت رہی، نہ خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کو ریویو کی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ازلی ابدی کتابِ الٰہی کا اَنمٹ فیصلہ بن گیا۔ ابنِ خطاب کا یہ عمل اور اس پر آسمانی حکم اب ہر سال جب تک ماہِ صیام کی مبارک راتوں میں یعنی تراویح میں تمام چھوٹی بڑی مساجد میں علی الاعلان نہ پڑھا جائے، اہلِ ایمان کی نہ تراویح اور قیام اللیل قبول ہے اور نہ ختمِ قرآن ذی شان، ہر حافظ، ہر قاری اور ہر عالم وفقیہ تا قیامت قرآنی الفاظ میں ''فیصلۂ عمر'' کو درست کہتا رہے گا۔ سچ ہے قرآن اور صاحبِ قرآن کو جیسے اصحابِ نبی خصوصاً صدیق وعمر وعثمان وعلی علیہم الرضوان نے سمجھا وہی حق ہے۔ آج بھی اگر کوئی ایمان اور اسلام کا دعوے دار شارع علیہ السلام کے فیصلوں اور اُن کے احکام پر لَیت ولعل کرتا ہے، وہ دھوکے میں ہے، وہ ایمان نہیں نفاق کا حامل ہے۔ یا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے اقوال واعمال واحکام سے روگردانی اسے نفاق کی اندھی کھائیوں میں گرا کر رہے گی......اور اس سے پہلے کہ رجوع اور توبہ کا وقت ہاتھ سے نکل جائے، محمد اور اصحابِ محمد علیہم الرضوان کی راہ اختیار کر لینی ضروری ہے، دارین کی کامیابی اسی میں ہے۔

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ......الخ۔

''تیرے رب کی قسم وہ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اپنے اندر کے اختلافات اور جھگڑوں میں تجھے حَکَم تسلیم نہ کر لیں اور تیرے فیصلوں کو مان نہ لیں''۔ النساء: ۶۵)

ابوطلحہ عثمان

کیا ابھی وقت نہیں آیا......؟

کون سی خوبی ہے جو بحیثیت مجموعی مسلمان قوم میں آج موجود ہے۔ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، رشوت کھاتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، وعدہ خلافی دھڑلّے سے کرتے ہیں، دوسروں کی جیب کاٹنے کے بیسیوں طریقے نہایت دلیری سے اختیار کررکھے ہیں۔ ڈاکے ڈالتے ہیں، کوئی ذراسی مزاحمت کرے تو گولی اس کے سینے میں اتار دیتے ہیں۔ راہزنی کرتے ہیں، مسافروں کی جیبیں خالی کروالیتے ہیں، مگر ہیں مسلمان۔ غریب اور متوسط آدمی سے سائیکل، موٹرسائیکل چھینتے ہیں اور کاریں چھینتے ہیں، پھران کو کہیں دور جاکر بیچ آتے ہیں یا چھینی گئی کاروں کے ذریعے ڈاکے ڈالتے اور قتلِ عام کرتے ہیں مگر ہیں مسلمان۔ وزیرمشیر بن کر قوم کو لوٹتے ہیں اور ذرا آگے قدم بڑھائیں تو دبئی، سویٹزرلینڈ، یورپ اور امریکہ کے بنکوں میں لوٹ کا مال جمع کرواتے ہیں مگر ہیں خدام المسلمین۔ روٹی کپڑا اور مکان کا پرفریب فرعونی نعرہ لگاتے ہیں، عام مسلمان سمجھتا ہے یہ چیزیں مجھے ملیں گی مگر وہ تو یہی چیزیں جن کے پاس پہلے تھیں ان سے بھی چھین لیتے ہیں اور یہ سب دھوکے باز، عیار مسلمان ہی کہلاتے ہیں۔ سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگا کر لاکھوں کلمہ گو بھائیوں کو یہودی دہشت گردوں کے ہاتھ فروخت کردیتے ہیں مگر ہیں مسلمان۔ ہاں لاکھوں کروڑوں ڈالروں کا ایک سیلابِ بلاخیز ان کے گھروں میں خوش رنگ طوفان لے آتا ہے اگر کوئی نیک نصیب انسان جج یا بااختیار افسران پر گرفت کرے تو N.R.O کا پروانہ ماتھے پر سجالیتے ہیں، جب کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخزومی قریشی شریف زادی کو استثنا نہیں دیتے اس کا ہاتھ کٹ جاتا ہے۔ مگر کلمہ کے نام پر بننے والے ملک کے سیدزادے اور اس کے حوالی، موالی، سرمایہ دار اور زردار مستثنیٰ قرار پاتے ہیں اور ہیں سب جدی پشتی مسلمان!

کلمہ لاالٰہ اِلّااللّٰہ کے دعوے دارو! تمہارا رخ تو مکہ کی طرف تھا، تمہاری آواز کی گونج تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی طرف تھی۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اپنے یوٹرن کو چھوڑ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے صراطِ مستقیم پر رواں ہوجاؤ۔ قرآن پاک میں سود، رشوت، حرام مال، جھوٹ، فریب، چوری، بدکاری جیسی صفات کو یہود و نصاریٰ کی صفات قرار دیا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''منافق کی تین علامات ہیں، بولے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے، جھگڑا ہوجائے تو گالیاں دے۔ جس کسی میں ان میں سے ایک علامت ہے اس میں نفاق کی ایک علامت ہے اور جس کسی میں یہ تینوں علامات ہیں وہ پکا منافق ہے۔'' (الحدیث)

سوچیے! آپ میں تو ان علامات میں سے کوئی علامت نہیں؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ صرف مسلمان نہیں پکے مسلمان بن جائیں۔ آنجہانی گاندھی کانگریس حکومت کے وزیروں سے کہہ رہا تھا ''میں رام چندر اور کرشنا کا حوالہ نہیں دے سکتا وہ تاریخی ہستیاں نہیں تھیں، میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا نام بطور مثالی نمونہ کے پیش کرتا ہوں وہ بہت بڑی سلطنت کے حاکم تھے پر انھوں نے فقیروں والی زندگی گزاری'' (اخبار ہریجن ۲۷ جولائی ۱۹۳۷ء)

اے مسلمان! اے محمدی ہونے کے دعویدارو! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مرنے کے بعد کی زندگی کے لیے کچھ کرلو، کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقوشِ قدم کو اپنی حرزِ جان بنالو۔ پھر تم اور تمہاری نسلیں دنیا پر چھاجائیں گی۔ تم ہی حاکم ہوگے اور دنیا محکوم۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (القرآن)

خادم ختم نبوت محمد سہیل باوا

علامہ اقبال، اکابر علماء حق اور قادیانیت

قادیانی ہر دور میں مرزا قایانی کی جھوٹی نبوت کی گاڑی کو چلانے کے لئے سازشیں کرتے آئے ہیں، بس کوشش یہی کی کہ کسی طرح مرزا قادیانی کی متعفن لاش سے خوشبو آنے لگے۔ جب قادیانی اپنی سرگرمیوں کو رکتا ہوا دیکھتے ہیں تو اس وقت قادیانیوں کے پاس ایک ہی حربہ رہ جاتا ہے کہ اُن کے بول کوئی اور بولیں۔ بس موقعے کی تلاش اور تاڑ میں ہوتے ہیں کہ کوئی مسلم یا غیر مسلم، یا سادہ لوح مسلمان، یا دین سے بیزار سرکردہ رہنما، یا پھر معروف ومشہور تاجر، زرخرید صحافی ودانشور کسی طرح ان کے ہتھے چڑھ جائے تاکہ یہ لوگ قادیانیوں کی ہر اعلیٰ سطح کے اجلاس اور فورم پر بھرپور نمائندگی کریں۔ اکثر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کوئی ایک دفعہ ان لوگوں کے ہتھے چڑھ جائے تو پھر ان کی واپسی کافی مشکل ہوتی ہے۔ یہ ساری پلاننگ اس لیے کی جاتی ہے تاکہ دین اور علماء سے دور طبقے پر رعب ڈالا جاسکے، دوسرے بااثر رہنماؤں کو جال میں پھنسایا جاسکے اور قادیانی بنانے کی مہم کا راستہ ہموار کیا جاسکے۔

اسی طرح کی ایک نمایاں شخصیت شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم ہیں جن کے بارے میں قادیانیوں کی ہمیشہ بڑی کوشش رہی ہے کہ علامہ کا خصوصی تعلق قادیانیت سے ثابت کرسکیں، لیکن انھیں اس کوشش میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بات قادیانی لٹریچر میں بڑی شدت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ اقبال تو ہمارے ساتھ اچھے بھلے چل رہے تھے، ''احراریوں'' نے انھیں ورغلا کر ہمارے خلاف کر دیا۔ ان کے بقول چودھری افضل حق، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہم آئے دن اقبال کے ہاں چلے آتے اور انہیں اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتے رہتے۔ بالآخر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوگئے اور اقبال ''احراریوں'' کے ہتھے چڑھ کے ان کے ہمنوا ہوگئے۔

اقبال مرحوم کو ورغلانا یا گمراہ کرنا تو اقبال مرحوم کی توہین ہے جس کے قادیانی خواہشمند تھے۔ قادیانیوں کو اصل تکلیف اس بات سے ہوئی کہ ان لوگوں کے ہاتھ سے بہت بڑا شکار چھوٹ گیا، جو وہ کرنا چاہتے تھے۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال مرحوم اپنے بلند پایہ ملّی افکار کی وجہ سے ہمارے جدید حلقوں میں مرجع عقیدت سمجھے جاتے ہیں۔ ہاں البتہ یہ بات درست ہے کہ علامہ مرحوم اور ان بزرگوں کے درمیان اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں، ان ملاقاتوں میں ظاہر ہے کہ ختمِ نبوت کے موضوع پر بھی ان کے درمیان بات چیت ہوجاتی تھی۔ کیونکہ علامہ مرحوم کی زندگی میں یہ ایک نمایاں بات تھی کہ جب کبھی دین کے کسی مسئلے کے بارے میں کہیں ابہام یا تشکیک کا کوئی پہلو ہوتا تو وہ علماءِ کرام سے رابطہ قائم کرکے ان سے مشاورت کرلیتے تھے۔ اس ضمن میں خصوصی طور پر دارالعلوم دیوبند کے ایک مرد قلندر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام مختلف کتابوں میں اکثر آیا ہے کہ علامہ اقبال مرحوم اُن سے عقیدت وارادت کے خصوصی تعلقات تھے۔ اس سلسلے میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں مجھے ڈاکٹر اقبال نے کہا کہ اثبات باری تعالیٰ پر نیوٹن نے بڑی عمدہ

کتاب لکھی ہے، میں نے کہا کہ نیوٹن کی پندرہ تصانیف دیکھی ہیں، میں نے جو رسالہ لکھا ہے اور جو اس میں دلائل قائم کیے ہیں ”ضرب الخاتم علی حدوث العالم“ اور ”مرقاۃ طارم“ اس کو نیوٹن نہیں پہنچ سکا، پھر اقبال نے ضرب الخاتم مجھ سے لے لی اور اس نے بہت سے خطوط لکھ کر ضرب الخاتم کو مجھ سے سمجھا، میرے نزدیک ضرب الخاتم کو اقبال سمجھے اسے کوئی مولوی نہیں سمجھ سکا۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان صحبت نے فطرت اقبال کے اس پہلو کی مشاطگی کی تھی اور ان کے سوز جگر نے اقبال مرحوم کو قادیانیت کے مقابل شعلۂ جوّالہ بنا دیا تھا۔ چنانچہ علامہ اقبال مرحوم جدید تعلیم یافتہ طبقے میں پہلے شخص تھے جن کو فتنۂ قادیانیت کی سنگینی نے بے چین کر رکھا تھا۔

علامہ اقبال مرحوم کا ایک طالب علمانہ انداز:

پنجاب کے اور خصوصاً ہندوستان کے عموماً انگریزی تعلیم یافتہ طبقے میں قادیانی فتنے کی شرانگیزی کا جو احساس پایا جاتا تھا اس میں سب سے بڑا کردار، علامہ اقبال مرحوم کے اس لیکچر کا ہے جو ختم نبوت پر ہے اور ساتھ ہی اس مقالہ کا ہے جو انگریزی میں قادیانی گروہ کے بارے میں شائع ہوا تھا، لیکن یہ شاید کم لوگوں کو معلوم ہے کہ دونوں تحریروں کا اصل باعث حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ انجمن خدام الدین کے کسی سالانہ اجتماع میں شرکت کی غرض سے لاہور تشریف لائے تو علامہ اقبال مرحوم سے خود ملاقات کے لیے اُن کی قیام گاہ پر تشریف لائے پھر ایک دن اپنے ہاں رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ دعوت نامہ کی عبارت تاریخی دستاویز کے طور پر پیش خدمت ہے۔

عریضۂ اقبال بخدمت مولانا انور شاہ کشمیری

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ مولانا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے ماسٹر عبداللہ صاحب سے ابھی معلوم ہوا کے آپ انجمن خدام الدین کے جلسے میں تشریف لائے ہیں اور ایک دو روز قیام فرمائیں گے۔ میں اسے اپنی بڑی سعادت تصور کروں گا اگر آپ کل شام اپنے دیرینہ مخلص کے ہاں کھانا کھائیں، جناب کی وساطت سے حضرت مولوی حبیب الرحمٰن صاحب، قبلہ عثمانی حضرت مولوی شبیر احمد صاحب اور جناب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کی خدمت میں یہی التماس ہے۔ مجھے امید ہے کہ جناب اس عریضے کو شرفِ قبولیت بخشیں گے۔ آپ کو قیام گاہ سے لانے کے لیے سواری یہاں سے بھیج دی جائے گی۔ (اقبال نامہ، حصہ دوم، ص:257)

دعوت تو صرف ایک بہانہ تھا، ورنہ اصل مقصد علمی استفادہ تھا چنانچہ کھانے سے فراغت کے بعد علامہ اقبال مرحوم نے ختم نبوت کا مسئلہ چھیڑ دیا جس میں کامل ڈھائی گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی، علامہ اقبال مرحوم کی عادت یہ تھی کہ جب وہ کسی اسلامی مسئلہ پر کسی بڑے عالم سے گفتگو کرتے تو بالکل طالب علمانہ انداز اختیار کرتے۔ مسئلہ کا ایک ایک پہلو سامنے لاتے اور اپنے اشکالات کھل کر بیان کرتے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہی طرز اختیار کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے علامہ اقبال مرحوم کے سوالات کو بڑے اطمینان اور تحمل سے سنا، اس کے بعد ایک جامع اور مدلل تقریر کی کہ علامہ اقبال مرحوم کو تمام مسائل پر کلی اطمینان ہو گیا جو کچھ خلش ان کے دل میں تھی وہ جاتی رہی۔ اس کے بعد انھوں ختم نبوت پر وہ لیکچر

تیار کیا جو اُن مجموعہ میں شامل ہے، اور قادیانی گروہ پر ہنگامہ آفریں مقالہ سپرد قلم فرمایا، جس نے انگریزی اخبارات میں شائع ہو کر پنجاب کی فضاؤں میں تلاطم برپا کر دیا۔ علامہ اقبال مرحوم کا جب یہ مراسلہ شائع ہوا تو ہندوستان کے نامور سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے سوال کیا کہ مسلمان قادیانیوں کو اسلام سے جدا کرنے پر آخر کیوں اصرار کرتے ہیں؟ جب کہ قادیانی بھی مسلمانوں کے بہت سے فرقوں کی طرح انھی کا ایک فرقہ ہیں۔ تو علامہ اقبال مرحوم نے ان کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم سب اس بات پر اس لئے مصر ہیں کہ قادیانی گروہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے نئی ہندی امت کو تراشنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہا کہ ہندوستان میں اسلام کی حیات اجتماعیہ کے لئے یہ گروہ نہایت خطرناک ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے بعض اور لیڈر بھی قادیانی گروہ کو آگے لانا چاہتے تھے، کیونکہ قادیانیت کے پھیلاؤ سے ہندوستان کی عظمت اور تقدس میں اضافہ ہوگا۔ اور مسلمان اپنا رخ حرمین شریفین سے پھیر کر ہندوستان کو اپنا قبلہ اور روحانی مرکز قرار دے لیں گے اور جیسا کہ ان لیڈروں کا خیال تھا اس سے مسلمانوں کے دلوں میں وطن پرستی کی جڑیں مضبوط ہو جائیں گی۔ ایک اور بات جو کہ قابل توجہ ہے کہ جن دنوں پاکستان میں قادیانیت کے سدباب کی تحریک چل رہی تھی ہندو اخبارات کی قادیانیوں کے ساتھ غیر معمولی ہمدردی دیکھنے میں آئی۔ ان اخبارات نے قادیانیوں کی تائید میں مضامین شائع کئے۔ اپنے قارئین کو مجبور مسلمانوں کے مقابلے میں قادیانیوں کا مؤید اور ہمنوا بنانے کی کوشش کی، اور یہاں تک کہا (اور درست کہا) کہ پاکستان میں قادیانیوں اور مسلمانوں کی یہ کشمکش دراصل عربی نبوت اور ہندی نبوت کی کشمکش ہے اور دو مختلف نبوتوں کے پیروکاروں کی کشمکش ہے۔

کشمیر کے بتیس لاکھ مسلمان اور مفکر پاکستان علامہ اقبال مرحوم:

کشمیر کے مسلمانوں کی حالت زار کو سنوارنے کے لیے مسلمانانِ ہند نے ایک کشمیر کمیٹی قائم کی، جس کا سربراہ مرزا قادیانی کا بیٹا اور قادیانیوں کا نام دوسرا نہاد خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کو بنایا گیا، جبکہ مفکرِ پاکستان علامہ اقبال مرحوم کو اس کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ چونکہ کشمیر میں مسلم اکثریت تھی اور انھی کے مطالبہ پر اس کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا تھا اس لئے مسلم اہلِ بصیرت حلقوں میں قادیانی خلیفہ کے تقرر سے ہیجان پیدا ہونے لگا۔ اوّل تو اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے تصفیہ طلب مسائل کے حل کے لئے ایک قادیانی کا تقرر اس بات کا اعلان کرنا تھا کہ قادیانی مسلمان ہیں۔ حالانکہ قادیانی روزِ اوّل سے ہی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، اس لئے بشیر الدین محمود قادیانی یا تو کشمیر کے مسلم اکثریت کے ایمان کو تباہ و برباد کرنے کے درپے تھا یا پھر اپنی قادیانی سرگرمیوں میں ناکامی کے باعث مسلمانوں کے مسائل کو کمیٹی کی سطح پر خوفناک نقصان پہنچانا چاہتا تھا، عام مسلمانوں نے کشمیر کمیٹی کے اس امکانی بحران کی طرف توجہ ہی نہ کی، کشمیر کے اس پس منظر کو اس وقت کوئی نہیں سمجھتا تھا، اور قادیانیوں کے مدّ مقابل کوئی منظّم عوامی تحریک بھی نہ تھی۔ صرف رسائل کی حد تک دلائل سے جواب دیئے جا رہے تھے۔ جس سے مسلمان عوام کا قادیانیوں کے بارے میں علم نہ ہونے کے برابر تھا۔ خصوصاً ماڈریٹ طبقہ کو اس طرف خیال ہی نہیں گیا یہی وجہ تھی کہ علامہ اقبال مرحوم جیسی شخصیت بھی کشمیر کمیٹی میں شامل ہو گئے، اور قادیانیوں کو مسلمانوں کو علامہ اقبال مرحوم کا نام لے کر گمراہ کرنا آسان نظر آنے لگا، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس صورتِ حال سے کافی

مضطرب ہوگئے، ان خطرات واندیشوں کی وجہ سے آپ نے اس تقرر کے خلاف اوّل تو کشمیر کے بعض ذمہ داروں کو احتجاجی خطوط ارسال فرمائے، ساتھ ہی مجلس احرار کو ہمہ گیر احتجاج پر آمادہ وتیار کیا۔ علامہ اقبال مرحوم نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ہمیشہ اپنی تشنگی کو مٹانے کی کوشش میں اپنے علمی سفر کو جاری رکھا ہوا تھا، لیکن اب تک قادیانیت کے مضر پہلوؤں سے تقریباً ناواقف تھے۔ اسی زمانہ میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ اقبال مرحوم کو طویل خط لکھ کر فتنۂ قادیانیت کی زہر آلودگی سے مطلع کیا، انھی حالات کو دیکھ کر مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں نے بھی محسوس کیا کہ کئی لوگ غلط فہمی کی وجہ سے قادیانیوں کے جال میں آجائیں گے، خصوصاً مفکر پاکستان کا قادیانیوں کی صدارت میں کشمیر کمیٹی کا ممبر بن جانا مسلمانوں کے لئے غلط فہمی کا باعث بن سکتا ہے کیونکہ علامہ اقبال مرحوم ہماری قوم کا اثاثہ ہیں انہیں کسی طریقہ سے اصل حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔ ادھر مرزا بشیر الدین محمود مذہبی لبادہ میں شاطرانہ چال کھیلنے کی کوشش میں تھا اور خواب دیکھ رہا تھا کہ کسی طرح کشمیر ہمارے قبضہ میں آجائے۔ کشمیر میں قادیانیوں کی اتنی دلچسپی کیوں تھی جہاں اور وجوہات ہوسکتی ہیں ان میں ایک وجہ یہ تھی کہ مرزا غلام قادیانی اپنی کتاب کشتی نوح، صفحہ: 235 جلد: 18 میں لکھا:

"عیسیٰ ابن مریم فوت ہوگئے اور کشمیر سری نگر محلّہ خانیار میں ان کی قبر ہے"۔

ان عقائد کے پیش نظر قادیانیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اس تحریک کی قیادت ان کے قبضے میں آجائے اور مسلمانوں کے حقوق کے جنگ کے بہانے وہ اپنے آپ کو مسلمان باور کرالیں۔ اس طریقہ سے مسلمانوں کے اندر ہمارا شمار بھی ہوجائے گا اور کشمیر بھی ہمارے ہاتھ آجائے گا۔ احرار رہنماؤں نے فوراً ایک وفد تیار کیا جس میں چودھری افضل حق، مولانا داؤد غزنوی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہم شامل تھے وفد نے علامہ اقبال مرحوم سے کہا: کیا آپ نے بھی قادیانی قیادت کو تسلیم کرلیا ہے؟ اگر آپ کی دیکھا دیکھی کشمیر کے بتیس لاکھ مسلمان قادیانی ہوگئے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور آپ مجرم ہوں گے۔ نیز قادیانی دوسرے مسلمانوں پر بھی گمراہ کن اثر ڈالیں گے، لہٰذا آپ ان سے علیحدگی کا اعلان کریں"۔ چنانچہ اس سے دوسرے روز لاہور برکت علی ہال میں کشمیر کمیٹی کا اجلاس بلایا گیا۔ علامہ اقبال مرحوم قادیانیوں کے علاوہ باقی شرکاء اجلاس پر اپنا اثر استعمال کر کے بشیر الدین محمود قادیانی کو کشمیر کمیٹی سے نکال دیا۔ اور صدارت خود سنبھال لی۔ جس سے ۳/اگست ۱۹۳۱ء کو الگ ہو کر کشمیر کمیٹی کی تمام تر ذمہ داری احرار کے سپرد کردی۔ اس استعفے کا تفصیلی ذکر علامہ اقبال مرحوم نے ۶/جون ۱۹۳۳ء کو اپنے پریس بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

"بدقسمتی سے کشمیر کمیٹی میں بعض ایسے ممبر ہیں جو اپنے مذہبی پیشوا بشیر الدین قادیانی کے علاوہ کسی اور کی اطاعت تسلیم نہیں کرتے۔ اور یہ امر اس بیان سے ظاہر ہے جو کام میر پور کے مقدمات میں ان کے سپرد کیا گیا تھا اس پر انھوں نے کہا کہ ہم نے جو کچھ کیا وہ صرف اپنے مذہبی پیشوا بشیر الدین قادیانی کے حکم کی تعمیل میں کیا تھا"۔

مفکر پاکستان علامہ اقبال مرحوم کو قادیانیت کا اصل چہرا اب نظر آیا اور یہ حقیقت ہے کہ علامہ اقبال مرحوم کی قادیانیت کے مدمقابل اور ان کی تردید وجد وجہد کا آغاز کشمیر کمیٹی کے قیام کے بعد قادیانیوں کی حقیقت واضح ہوجانے کے بعد ہو۔

مولانا حافظ عبدالرشید ارشد رحمۃ اللہ علیہ　　　　قسط:۱

مجلس احرار اسلام......شاہ جی کی زندہ تحریک

مولانا حافظ عبدالرشید ارشد رحمۃ اللہ علیہ معروف عالم دین، متعدد کتابوں کے مصنف اور علماءِ حق کی نشانی تھے۔ ’’بیس بڑے مسلمان‘‘ اور ’’بیس مردانِ حق‘‘ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے سچے عاشق تھے۔ ’’غبار خاطر‘‘ کو نہایت اعلیٰ طباعت کے ساتھ شائع کیا اور ’’الہلال‘‘ کی عکسی فائل پاکستان میں سب سے پہلے شائع کی۔ ماہنامہ الرشید لاہور کے مدیر و مالک تھے۔ ان کے اداریے اور ’’واردات ومشاہدات‘‘ کے زیر عنوان یادداشتیں بڑی دلچسپ ہوتی تھیں۔ ’’الرشید‘‘ کے کئی عظیم الشان نمبر شائع کیے اور اسلاف سے محبت وارادت کا حق ادا کیا۔ ذیل کا مضمون ’’واردات و مشاہدات‘‘ سے انتخاب ہے۔ (مدیر)

ہر خاندان یا جماعت کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں۔ برصغیر کی سیاسی جماعتوں میں مجلس احرار اسلام ایسے سرفروشوں کی جماعت تھی کہ جو ہر وقت جان ہتھیلی پر اور کفن کندھے پر لیے پھرتے تھے۔ ’’احرار‘‘ نام کا پوری جماعت میں اثر تھا کہ حریت وجرأت چھوٹے سے چھوٹے رضا کار کی گھٹی میں پڑی تھی اور خوف نام کی چیز ان کی چمڑی میں نہ تھی اور نہ ہے۔ یہ لوگ اس لکڑی کی طرح ہیں جو ٹوٹ تو سکتی ہے لیکن لچک نہیں کھاسکتی۔ اور یہ سب کچھ زعمائے احرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، رئیس الاحرار حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مفکر احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہم اور دوسرے احرار رہنماؤں کی تربیت کا اثر تھا کہ اب بھی کہیں اگر کوئی پرانا احراری مل جائے تو اس کی باتیں اور حالات پر بغیر کسی خوف اور لومۃ لائم کے رواں دواں تبصرہ سن کر محسوس کرسکتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ جب ان کی یہ حالت ہے تو اس وقت جب جماعت باقاعدہ پنجاب میں انگریز کے خلاف اپنا کردار ادا کر رہی تھی تو اس وقت کیا ہوگی۔ اپنے وقت کے شیخ اور مجلس احرار اسلام اور تحریک تحفظِ ختمِ نبوت کے مُربّی وسرپرست حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کسی شخص نے کسی احرار رہنما کے متعلق کچھ نامناسب الفاظ کہے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ جوش میں آ گئے اور فرمایا کہ: ’’خبردار کوئی ان لوگوں کے متعلق میری مجلس میں اس طرح کی کبھی بات نہ کرے اور فرمایا کہ تم لوگوں میں ان سا کوئی جانباز بھی ہے‘‘؟

ہمارے ایک دوست ازراہ تفنن کہا کرتے ہیں کہ کسی عام احرار مقرر کی تقریر سنو تو اس کا انداز یہ ہوتا تھا کہ گرجدار آواز میں خطاب کرتے ہوئے کہتا کہ: چرچل تو بھی سن لے، ہٹلر تو بھی سن لے، مسولینی تو بھی سن لے اور جاپان تو بھی سن لے، گویا وہ ان لوگوں کو ایسا خطاب کرتے کہ وہ ان کے برابر کے حریف اور مقابل ہیں۔ یہ تو ایک لطیفہ تھا واقعہ یہ ہے کہ مجلس احرار اسلام جب شباب پر تھی تو ان کی تقریروں کی بازگشت برطانیہ کی پارلیمنٹ میں سنی جاتی تھی۔ مسجد شہید گنج (۱۹۳۵ء) کے واقعہ کے لگ بھگ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی دروازے کے باہر برطانوی ایمپائر (سلطنت) کے متعلق اتنی زوردار تقریر کی کہ پنجاب کی حکومت کے دَر و دیوار ہل گئے۔ سر فضل حسین کی سی آئی ڈی بہت مضبوط تھی اور اس کو پل پل کی خبر ملتی تھی۔ سر فضل حسین نے کہا کہ: مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے یہ تقریر کی ہے اور اس سے پہلے احرار کے دفتر میں کھانے کے لیے کچھ نہ تھا، چند آنے کے چنے کھا کر احرار لیڈر جلسے میں گئے اور آتشبار تقریر کی،

اگر خدانخواستہ ان کو کچھ سرمایہ یا اقتدار فراہم ہو جائے تو نہ معلوم کیا حال ہو۔ عام لوگوں میں ہی مشہور ہے کہ سید اگر آگ میں چھلانگ لگا دے تو اس کو آگ نہیں جلاتی۔ لفظاً یا ظاہراً یہ ہر سید کے لیے صحیح ہو یا نہ ہو لیکن امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ واقعتاً ساری عمر آگ میں گھرے رہے لیکن ان کے حوصلے میں کمی ہوئی نہ ہمت نے ساتھ چھوڑا۔ شاہ جی جلال و جمال کا مجموعہ تھے، ان کا جمال رضا کاروں کو ان کے گرد پروانوں کی طرح اکٹھا رکھتا تھا اور ان کا جلال دشمنوں کے لیے خصوصاً برطانوی استعمار اور اس کے گماشتوں کے لیے تیغ براں تھا، جس کی کاٹ کا کوئی جواب نہ تھا۔ فرمایا کرتے کہ میری عمر جیل یا ریل میں گزر گئی۔ کل ہی مجھ سے ایک شخص پوچھ رہا تھا کہ قلندر کسے کہتے ہیں اور ساتھ کہا کہ لوگ کہتے ہیں اس زمانہ کا قلندر اقبال تھا۔ میں نے کہا اقبال کو تو نہیں دیکھا لیکن شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ کو قریب سے دیکھا ہے، سنا ہے، پڑھا ہے، جانچا ہے آپ کو جس طرح اور جس سمت سے دیکھیں محسوس ہوتا تھا کہ قلندر ایسے ہوتے ہیں وہ قلندر کہ جس کے متعلق کسی نے کہا ہے:

قلندر　　ہرچہ　　گوید　　دیدہ　　گوید

یا بقولِ اقبال:

ازل سے فطرتِ احرار میں ہے دوش بدوش　　قلندری　　وقبا　　پوشی　　وکلہ　　داری

علامہ اقبال مرحوم بھی آپ کی بے حد قدر کیا کرتے تھے اور آپ اقبال کے مداح تھے لیکن یہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ جو لوگ کبھی دو چار دفعہ اقبال کے پاس گئے انھوں نے خود بتوا تر اور دوسروں نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ فلاں شخص اقبال کے بہت قریب تھا۔ تاریخ کو مسخ اور محرف کرنے کے باوجود سچائی کی روشنی تاریکی کی دبیز تہوں کو پھاڑتی ہوئی نمودار ہو جاتی ہے۔ پسرِ اقبال جناب جاوید اقبال نے تین جلدوں پر اقبال کی زندگی پر ایک کتاب بنام ''زندہ رود'' لکھی ہے (اب تینوں جلدیں ایک جلد میں آگئی ہیں) حق یہ ہے کہ اس میں خاصے حقائق آگئے ہیں کہ جن کی روشنی میں بہت کچھ دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے۔ علامہ اقبال ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں پنجاب اسمبلی میں بطور امیدوار کھڑے ہوئے، ان انتخابات کے متعلق جاوید اقبال صاحب لکھتے ہیں۔ ''جلسوں کا سلسلہ اکتوبر ۱۹۳۶ء سے شروع ہوا، ان جلسوں میں مولانا غلام مرشد اور ملک لال دین قیصر کے علاوہ جو معروف شخصیتیں تقریریں کیا کرتی یا نظمیں پڑھتی تھیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں مولانا محمد بخش مسلم، حفیظ جالندھری، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا عطاء شاہ بخاری، مولانا ظفر علی خاں، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور مولانا مظہر علی اظہر رحمتہ اللہ علیہم۔ بڑے بڑے جلوس بھی نکلتے جن میں اقبال رحمتہ اللہ علیہ شامل ہوتے۔'' (زندہ رود، جلد: ۳، صفحہ: ۳۰۰)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا مظہر علی اظہر رحمتہ اللہ علیہم کے ۱۹۳۶ء میں اقبال سے گہرے تعلقات تھے جبھی تو جاوید اقبال صاحب نے ان کا معروف شخصیتیں کہہ کر ذکر کیا ہے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور علامہ اقبال دونوں شخصیتیں ایسی تھیں کہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق نہ ہو اور پھر جب اقبال خود بیٹھ کر بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر سنتے ہوں گے تو ان کا کیا احساس ہوتا ہوگا،

اس امر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، بخاری کی عمران دنوں ۳۵۔۳۶ سال ہو گی اور اقبال کی ۵۰ سال۔

اب تھوڑا سا حال دوسری طرف کا سن لیجیے کہ جو لوگ آج اقبال کے مجاور بننے کے دعویدار ہیں وہ اقبال کی زندگی میں اقبال پر کفر کے فتوے لگاتے رہے ''زندہ رود'' کے صفحہ نمبر ۳۰۳ پر جاوید اقبال رقم طراز ہیں:

''ملک محمد دین کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے ''زمیندار'' نے ادارتی نوٹ لکھا کہ جن مسلمانوں نے ملک محمد دین کے حق میں اپنے ووٹ ڈالے ان میں دو ہزار تو ناخواندہ ارائیں تھے جنھیں ''بریلوی حنفیت'' کا ہیضہ تھا اور جو ایک ضال مضل مقامی اخبار اور حزب الاحناف کے اسلام فروشانہ پروپیگنڈے سے متاثر ہو گئے''۔

اب علامہ اقبال کے متعلق پورا لٹریچر پڑھ جایئے آپ کو سوائے اس حوالے کے یا جہاں سے یہ لیا گیا ہے اس کے سوا کہیں سے یہ پتہ نہیں چل سکے گا کہ بخاری و اقبال کے کیا تعلقات تھے۔ آغا شورش کاشمیری نے ''چٹان'' کے مختلف شماروں میں ضرور روشنی ڈالی ہے کہ بخاری و اقبال کی اکثر ملاقاتیں ہوتیں۔ بخاری اقبال کے پاس جاتے تو بخاری ''یا مرشد'' کہہ کر اپنی آمد کا اعلان کرتے۔ اقبال کہتے ''آ بھئی پیرا بہت دناں بعد آیاں ایں''۔ اس کے بعد اقبال حقہ ہٹا دیتے، سیدھے ہو کر بیٹھ کر کلی کرتے بخاری سے قرآن کا رکوع سنتے، پھر بخاری کو اپنا کلام سناتے لیکن اس کے متعلق یہ کہہ دیا جائے گا کہ یہ تو احرار کے سالاروں میں سے تھے لیکن یہ بھول جائیں گے کہ ''یوم اقبال'' کو سج دھج سے منانے کی جو طرح آغا شورش کاشمیری نے ڈالی اور تاعمر جس آن بان شان اور کرّ و فر کے ساتھ وہ مرکزی مجلس اقبال کے سیکرٹری جنرل رہے اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ بخاری کے ایک والہ و شیدا نے یوم اقبال'' کو ہر سال منانے کو انتہا تک پہنچا دیا اور یہ تقریب لاہور میں اتنی مقبول ہوئی کہ اس کے علاوہ کسی اور تقریب میں وہ رونق اور وارفتگی نہیں ہوتی جو ''یوم اقبال'' میں ہوتی ہے اور آغا صاحب نے آمریت کے ادوار میں بھی حریت کی روح کو زندہ رکھنے کے لیے اس سٹیج سے کام لیا۔ مجھے یاد ہے کہ محمد ایوب خاں کے مارشل لاء کے اوئل میں ''یوم اقبال'' جناح ہال میں منایا گیا۔ اس کے مقررین میں جسٹس کیانی اور چودھری محمد علی بھی تھے۔ کیانی نے تو اپنے طنز و مزاح کے انداز میں مارشل لاء کی مخالفت کی کہ پہلے لوگ سبز باغ دکھاتے تھے آج کل کالا باغ دکھاتے ہیں، لیکن چودھری محمد علی مرحوم نے بڑے جذبے اور جرأت سے گفتگو کی، اس پر آغا شورش کاشمیری نے چودھری صاحب کو اپنے مخصوص انداز اور مترادف الفاظ میں جو خراجِ تحسین پیش کیا اور خود جس قلندری کا مظاہرہ کیا وہ آغا صاحب کی بے مثال جرأت اور شجاعت کی حیران کن مثال تھی کہ اس پر سمری عدالت قائم کر کے کوڑے بھی لگائے جا سکتے تھے اور انجام تختہ دار بھی ہو سکتا تھا۔ اس سٹیج پر بیٹھے ہوئے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل بختیار صاحب بار بار پہلو بدلتے تھے لیکن مصیبت یہ تھی کہ اس جلسہ میں چیف جسٹس کیانی (غالباً) مہمان خصوصی یا صدر تھے ورنہ شاید دوران اجلاس گرفتاری عمل میں آ جاتی۔ تو یہ احراری کردار تھا جو آغا صاحب کو ''احرار'' سے ملا تھا۔ اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ شورش جیسے نڈر اور بے باک شخص کی جگہ ''احرار'' ہی میں ہو سکتی تھی۔

اقبال نے احرار کے متعلق کہا تھا:

تاتوانی　باجماعت　یار　باش　　رونقِ　ہنگامۂ　احرار　باش

بات اقبال و بخاری کی ہو رہی تھی کہ ان کے تعلقات کا ثبوت ۱۹۳۶ء میں تو دستاویزی ہے اور اس سے پہلے یہ مراسم کب قائم ہوئے، اس کا اقبالیات کے ماہرین ہی بتا سکتے تھے لیکن وہ اس معاملے میں مہر بلب رہتے ہیں کہ کسی طرح یہ پتہ نہ چل جائے کہ مجلس احرار اسلام کے برصغیر کے ان چوٹی کے لیڈروں سے کیسے تعلقات تھے جو بعد میں سیاسی حالات ونظریات کی بناء پر ایک دوسرے سے دور ہوگئے اور قیام پاکستان کے بعد جدید محققین اور مؤرخین نے تو کمال ہی کر دیا کہ ایک لگے بندھے منصوبے کے تحت آزادی پسند جماعتوں کو عوام سے روپوش کرنے کا بطورِ خاص اہتمام کیا لیکن قدرت کا اپنا انتظام ہے، اللہ تعالیٰ نے مجلس احرار اسلام کے ایک شاعر جانباز سے ''کاروانِ احرار'' کی آٹھ جلدیں تحریر کروائیں جس میں برصغیر کی گذشتہ تمام تحریکوں کا حال پڑھا جا سکتا ہے اور اسی جانباز نے کتاب ''تحریک مسجد شہید گنج''، لکھ کر تحریک شہید گنج کا پورا ملبہ کھد وا دیا کہ وہ اس کے عینی گواہ تھے اور ایسے ہی ایک مسماۃ محترمہ روزینہ پروین صاحبہ سے ''جمعیۃ علماء ہند کے خطبات مدون کروا کر حکومت کے ایک ادارے سے شائع کروا دیئے اور اسی طرح جناب ایچ پی خاں صاحب نے ''برصغیر پاک و ہند میں علماء کا کردار'' نامی کتاب لکھی جو ''قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت'' اسلام آباد نے شائع کی۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مجلس احرار اسلام کے متعلق ایک اقتباس قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جائے۔

مجلس احرارِ اسلام اور کشمیری مسلمان:

''مجلس احرارِ اسلام ۱۹۲۹ء میں قائم ہوئی تھی۔ احرار کی تاسیس اور تشکیل میں جن لوگوں نے حصہ لیا وہ زیادہ تر علماء تھے۔ الّا یہ کہ بقول چودھری خلیق الزمان، چودھری افضل حق ایک سابق پولیس ملازم تھے۔ مگر بہت ہی دیانت دار اور بڑی سمجھ بوجھ کے حامل تھے، اور ثانیاً غازی عبدالرحمٰن بھی علماء میں سے نہ تھے۔ باقی تمام موسسین حضرات میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ، مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمتہ اللہ علیہ، مولانا ظفر علی خاں رحمتہ اللہ علیہ، مولانا عبدالقادر قصوری رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ طبقہ علماء میں سے تھے۔ ان کے علاوہ بعد میں جو لوگ اس جماعت میں شریک ہوئے یا اس جماعت سے متعلق تھے ان میں زیادہ تر علماء ہی تھے، مثلاً مولانا غوث ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ۔ اس جماعت کے شرکاء میں جو لوگ طبقہ علماء میں سے نہ تھے، ان کا عمل و کردار بھی صالح اور متدیّن تھا۔

''اسی جذبۂ مساوات واخوت نے احرار اسلام کو کشمیری مسلمانوں کی حالت زار کی طرف متوجہ کیا جو کشمیر میں اکثریتی فرقہ ہونے کے باوجود خستہ حالی اور پریشانی میں عسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ انھیں اس مصیبت سے نجات دلانے کے لیے اکتوبر ۱۹۳۱ء میں احرار اسلام نے ڈوگرہ راج کے مظالم کے خلاف ایک تحریک شروع کی اور کشمیر میں داخل ہو کر مسلمانانِ کشمیر کے حقوق بحال کرانے کے لیے سول نافرمانی کی، اور اپنے ہزاروں رضا کار جیل میں پہنچا دیئے۔ مجلس احرار اسلام کے روحِ رواں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو بھی اس تحریک میں زیر دفعہ ۱۲۴/الف ایک سال کی قید و بند برداشت کرنی پڑی۔ حسب بیان سابق اس جماعت کا قیام ۱۹۲۹ء میں ہوا تھا۔ مگر اس میں شریک علماء ودیگر حضرات ملکی سیاست میں تحریک خلافت اور جمعیت علماء ہند کی تشکیل کے بعد بھی اپنا سیاسی مسلک، جمعیت علماء ہند دہلی کی مطابقت میں ہی رکھا۔ نیز ملک کے سیاسی مفاد اور مسلمانانِ ہند کے سیاسی اور مذہبی حقوق کے پیش نظر کانگریس کے ساتھ

بھی تعاون کیا۔لہٰذا کانگریس کے متعصب اور مہاسبھائی ذہنیتوں کے حامل افراد پر تنقید بھی کرتے رہے اور اپنے دین متین کی تبلیغ واشاعت کے لیے شعبہ تبلیغ بھی قائم کیا۔مجلس احرار اسلام نے بیک وقت مندرجہ ذیل امور انجام دیے یعنی سیاست ملکی، خدمتِ خلق، رضا کاروں کی تنظیم، ردِمرزائیت، مدح صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسجد شہید گنج کی بحالی وغیرہ احرار اسلام نے مندرجہ بالا امور میں حتی المقدور کوشش کی، نیز اپنی مالی اور اقتصادی مشکلات کے باوجود جماعت کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے برابر کوشاں رہی"

آپ نے مندرجہ بالا کتاب کا اقتباس پڑھا اس کے علاوہ بھی اس کتاب میں بہت کچھ ہے اور وہ اس کے نام سے ظاہر ہے جبکہ شروع میں صفحہ نمبر ۵-۶ پر یہ درج ہے:

علماء کے طبقے یا علماء کی اقسام:

عام طور پر علماء کی دو قسمیں ہیں، یعنی علماءِ حق اور علماءِ سوء۔علماءِ حق کا سب سے پہلا اور اہم کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی بھلائی پھیلانا اور برائی سے روکنا ہے مگر علماءِ سوء جائز و ناجائز کا خیال کیے بغیر ابن الوقتی کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔یوں تو احادیث موجود ہیں جن میں سے ایک معروف حدیث یہ ہے کہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاء یعنی علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں، اس ضمن کی ایک دوسری حدیث یہ ہے کہ اَفْضَلُ الْجِهَادِ کَلِمَۃُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ یعنی سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جابر ظالم سلطان (حکمران) کے سامنے بلا جھجک حق بات کہہ دی جائے۔

اور پھر اس ۴۰۸ صفحات پر مشتمل کتاب میں اس کی تفصیل ہے اختصاراً قطب الدین ایبک سے لے کر التمش کا ذکر کرتے ہوئے عہد، مغلیہ کے دور کو لیتے ہوئے ۱۹۴۰ء تک برصغیر میں علماء کے کردار کو بیان کیا گیا ہے۔

سچ کڑوا ہوتا ہے، برا لگتا ہے۔سچ کہنے والوں کو دار ورسن سے گزرنا پڑتا ہے اور انقلاب زمانہ سے بعض دور ایسے بھی آتے ہیں کہ اس کو چھپایا جاتا ہے لیکن حق سچ چھپنے کے لیے نہیں آتا وہ ظاہر ہو کر رہتا ہے اور اس کی روشنی سے تاریک راہوں میں تحریکیں اپنی مشعل کے لیے تیل حاصل کرتی ہیں۔آج کل نہ چاہتے ہوئے بھی اخبارات میں سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، تحریک ریشمی رومال، ابوالکلام آزاد اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام بار بار آتا ہے۔

اکبر اور جہانگیر کے مزار و قلعے سیر و تفریح گاہ بنے ہوئے ہیں لیکن مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔بقول اقبال:

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار

احرار اسی قبیلہ سے تھے جیسے جیسے زمانہ گزرے گا ان کی یاد زیادہ آئے گی، تذکرہ نکھر کر سامنے آئے گا۔اور ردِ مرزائیت، تحفظ ختم نبوت میں تو اس کے کردار نے اس کو عالم اسلام کی اہم جماعتوں میں شامل کر دیا ہے۔یہ ایک علیحدہ مستقل موضوع ہے جس کا تذکرہ ان شاء اللہ پھر کسی فرصت میں کیا جائے گا۔

جاری ہے

مفتی قاضی ذیشان آفتاب

چار دن لاہور میں!

چیچہ وطنی میں زیر تعمیر جدید مرکز احرار ''مسجد ختم نبوت، رحمٰن سٹی'' میں تعیناتی کی وجہ سے مجھے مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ کے پاس بیٹھنے اُٹھنے اور دفتر میں لکھنے پڑھنے کا موقع مسلسل ملتا رہتا ہے لیکن ان کے ساتھ سفر کی سعادت کم کم ملتی ہے۔ ۵؍ دسمبر ہفتہ کو مجھے ان کے ساتھ سفر کی رفاقت حاصل ہوئی، صبح ۷ بجے کے بعد میں ان کی معیت میں چیچہ وطنی سے لاہور کے لیے عازم سفر ہوا اور ۱۱ بجے سے پہلے ہم دفتر احرار نیو مسلم ٹاؤن پہنچ گئے، جہاں چناب نگر میں ۱۲؍ ربیع الاوّل (۲۴؍ دسمبر) کو منعقد ہونے والی سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس کے انتظامات بارے کانفرنس کی مجلس منتظمہ کا اجلاس رکھا گیا تھا، ۱۱:۳۰ بجے جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے اجلاس کی کارروائی شروع کی، جناب سید محمد کفیل بخاری کی صدارت میں شروع ہونے والے اجلاس کی چند لفظی غرض و غایت بیان کرنے کے بعد انھوں نے کراچی سے تشریف لانے والے جناب مفتی عطاء الرحمٰن قریشی سے تلاوت قرآن پاک کی درخواست کی۔ مولانا محمد مغیرہ اور مولانا تنویر الحسن نے سابقہ کارروائی کے نکات پیش کئے، توثیق کے بعد کانفرنس کے انتظامات کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو ہوئی اِس قسم کے اجلاس میں شریک ہونے کا مجھے پہلی بار موقع مل رہا تھا اور میں بہت خوش تھا کہ جماعت کے رہنما کانفرنس کے حوالے سے ایک ایک جز پر کھل کر بات چیت اور مشاورت کر رہے تھے، دوران اجلاس جیوٹی وی کے نمائندے آئے اور انہوں نے اجلاس کی کوریج کی اور حاجی صاحب نے انہیں بریفنگ دیتے ہوئے کہا کہ یہ ملک کلمہ طیبہ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، مدینہ منورہ کے بعد یہ دوسری اسلامی ریاست ہے جو نظریاتی طور پر معرض وجود میں آئی، اسلام میں سود حرام ہے اور ہمارے صدر صاحب نے سود کے جواز کی بات کر کے اس ملک کے اسلامی تشخص کو مجروح کیا ہے، مجلس احرار اسلام کی منزل حکومت الٰہیہ کا قیام ہے۔ علامہ اقبال کے بقول: ''قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں'' اسلام اور مسلمان، امن کے داعی ہیں اور مجلس احرارِ اسلام دہشت گردی کی ہمیشہ کی طرح شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہے۔ ہم آئین کی بالادستی کے لیے پرامن جدوجہد ہر حال میں جاری رکھیں گے۔ اجلاس میں میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار، ڈاکٹر عمر فاروق احرار، حافظ محمد عابد مسعود، ملک محمد یوسف، ڈاکٹر ضیاء الحق، مولانا فیصل متین، مولانا محمد اکمل، حافظ ضیاء اللہ ھاشمی، قاری محمد قاسم بلوچ، مہر محمد اظہر وینس، قاری محمد آصف، ثاقب چودھری اور دیگر نے شرکت کی، قاری شہزاد رسول (مدرس مدرسہ معمورہ لاہور)، قاری محمد قاسم، حافظ محمد عباس اور مدرسہ کے طلباء اور ارکان دفتر کے حُسن انتظام نے بہت متاثر کیا، ظہر کی نماز کے بعد رہنمایانِ احرار اور کارکنان احرار غیر رسمی مشاورت اور دفتری امور میں مصروف رہے۔ نماز عصر کے کچھ دیر بعد مفکر اسلام حضرت مولانا زاہد الراشدی تشریف لائے، بلال فاروقی ان کے ہمراہ تھے، انہوں نے تحریک انسداد سود اور مشرق وسطیٰ سمیت عالمی صورتحال کے حوالے سے جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری سے تبادلہ خیال کیا۔ وہ حسب معمول

ایک اہم خبر کی کٹنگ بھی ساتھ لائے جو داعش کے متعلق امریکی کانگریس کے دوسرکردہ ارکان کی تجاویز پر مشتمل تھی۔

یہ کٹنگ دیکھ کر میں گہری سوچوں میں ڈوب گیا کہ دشمن کیا کر رہا ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں؟ دراصل یہی سوال مولانا زاہدالراشدی کا بھی تھا کہ ہم کم ازکم درجے میں صورتحال کا حقیقی ادراک تو کریں! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ اور مشن کی ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ ہمسائیگی کا شرف بھی حاصل ہے کہ اُن کا دفتر، احرار کے دفتر کے پڑوس میں ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے روحِ رواں شاہینِ ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ العالی بھی تشریف لائے اور سید محمد کفیل بخاری اور دیگر حضرات سے مختصر ملاقات کے بعد تشریف لے گئے، میاں اخوان نفیس اور دیگر حضرات ان کے ہمراہ تھے، ان کی تشریف آوری کو نعمت غیر مترقبہ جانا، اللہ ان کو سلامت رکھیں (آمین)۔ ۶ ردسمبر اتوار کو دوپہر کے وقت ایک ساتھی کی رہائش گاہ پر ۱۰ تا ۱۲ سابق قادیانیوں سے ملاقات اور مشاورت خصوصاً دعوتی اسلوب پر تفصیل کے ساتھ بات چیت ہوئی۔ اِس طویل مجلس کے نقوش تادیر باقی رہیں گے یہ سب کچھ عقیدۂ ختم بنوت کے تحفظ کی برکات ہیں، اللہ تعالیٰ تحریکی زندگی میں ہمیں حقیقی دعوتی اسلوب کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق سے نوازیں (آمین)، اِس مبارک مجلس میں سابق قادیانیوں کے علاوہ حضرت مولانا نذر الرحمٰن (رائے ونڈ)، پروفیسر خواجہ ابو الکلام صدیقی (ملتان)، سید محمد کفیل بخاری، جناب عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، میاں محمد اویس، راؤ عبدالرؤف، راؤ شاہد رشید، قاری محمد آصف اور کئی دیگر بزرگ حضرات شریک تھے۔ ہم اس مجلس سے فارغ ہو کر واپس دفتر پہنچے تو حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی چناب نگر سے پہنچ چکے تھے اور بعد نماز مغرب ماہانہ درس قرآن کریم اور مجلس ذکر کی نشست ہوئی جس سے خطاب کرتے ہوئے، حضرت قائد احرار نے فرمایا کہ: امریکہ اور مغرب خود ہی ایسی تنظیموں کو کھڑا کرتے ہیں، جس سے یہ تأثر ہو کہ یہ شدت پسند مسلم تنظیمیں ہیں، جبکہ اسلام اور مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں، یہ تعلق جوڑنا بھی یہودی میڈیا کا طریقۂ واردات ہے۔ انہوں نے کہا کہ داعش کے خیالات [redacted] مطابقت نہیں رکھتے، داعش کی سرگرمیوں کو مسلمانوں سے جوڑنا کسی طور درست نہیں، ہم پرامن جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں۔ پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود حضرت پیر جی مدظلہ عشاء کی نماز کے بعد کافی دیر احباب سے محوِ گفتگو رہے۔ 7 ردسمبر کی صبح حضرت پیر جی چناب نگر روانہ ہو گئے، جبکہ جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور میاں محمد اویس روزنامہ "جہان پاکستان" لاہور کے دفتر تشریف لے گئے، مہر اظہر حسین وینس کی چناب نگر میں بطور نامہ نگار تقرری کا لیٹر حاصل کرنے کے علاوہ وہاں کئی دیگر سنیئر صحافیوں سے ملاقات کی، رات کو قاری محمد قاسم کی معیت میں روزنامہ "اوصاف" لاہور اور روزنامہ "خبریں" لاہور کے دفاتر میں مختلف صحافیوں سے ملاقات کے بعد سنیئر احرار رہنما جناب ملک محمد یوسف کی رھائش گاہ پر عشائیہ میں شرکت کی۔ 8 ردسمبر منگل کو صبح جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی محمد سفیان قصوری جناب چیمہ صاحب سے ملاقات کے لیے دفتر احرار تشریف لائے اور تجارتی مسائل پر فقہ کی روشنی میں بڑی ہی مفید گفتگو ہوئی، دوپہر کے وقت تحریک نفاذ اسلام پنجاب کے امیر اور حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان مدظلہ العالی کے معتمد خاص مولانا محمد زاہد اقبال دفتر احرار تشریف لائے اور جناب چیمہ صاحب سے طویل ملاقات کی، اس دوران چناب نگر کانفرنس کے لیے طبع شدہ سٹیکر وغیرہ ملک بھر میں ڈاک سے ارسال کیے گئے، نماز ظہر کے بعد دفتری امور انجام دیے اور عصر کے بعد ہم عازم چیچہ وطنی ہوئے۔

مدیر

مسافرانِ آخرت

حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ:

ممتاز عالمِ دین، جمعیت علماءِ اسلام کے سرپرست اور جامعہ قادریہ بھکر کے بانی مہتمم حضرت مولانا محمد عبداللہ ۲۸ رصفر ۱۴۳۷ھ /۱۱ر دسمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعۃ المبارک انتقال فرما گئے۔ ۱۶ر دسمبر کو ان کی نماز جنازہ حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ علماء، صلحاء، حفاظ، مدارس کے اساتذہ وطلباء، سیاسی وسماجی رہنماؤں اور تمام حلقوں سے تعلق رکھنے والوں نے ہزاروں کی تعداد میں جنازہ میں شرکت کی۔ یہ بھکر کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ مولانا محمد عبد اللہ ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی دینی تعلیم حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا احمد خان، نور اللہ مرقدہٗ، خانقاہ سراجیہ) کے مدرسہ سراج العلوم سرگودھا میں مکمل کی۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ العزیز سے تھا۔ خانقاہ سراجیہ کے مشائخ حضرت مولانا محمد عبداللہ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہم اللہ سے بھی مضبوط تعلق رہا۔ وہ بڑی نسبتوں کے امین تھے اور آخر وقت تک ان نسبتوں کا لحاظ رکھا۔ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مدرسہ کے جلسوں میں مدعو فرماتے۔ وہ مولانا فضل الرحمٰن کے انتہائی معتمد رفقاء میں سے تھے۔ تحریری ذوق بھی بہت بلند تھا۔ متعدد رسائل تصنیف فرمائے اور ماہنامہ ''مناقب'' اُن کی زیر ادارت شائع ہوتا رہا۔ مولانا کی رحلت ''مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ'' کی مصداق ہے، اُن کی وفات صرف جمعیت علماءِ اسلام کا ہی نہیں بلکہ تمام دینی قوتوں کا نقصان ہے۔ مولانا ایک عالمِ باعمل، فقیر منش صوفی اور نہایت زیرک سیاسی رہنما تھے، انھوں نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز مجلس احرارِ اسلام کے اسٹیج سے کیا، پھر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہوگئے اور مرتے دم تک جمعیت کے ساتھ رہے۔ مولانا مرحوم نے نہایت اخلاص کے ساتھ تمام دینی تحریکوں خصوصاً تحاریکِ مقدس تحفظ ختم نبوّت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں بھرپور حصہ لیا۔ وہ ایک سرگرم دینی وسیاسی رہنما اور جیّد عالمِ دین تھے، انھوں نے تمام عمر قوم کی بہترین دینی وسیاسی رہنمائی کی۔ انھیں حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا مفتی محمود رحمہم اللہ کی معیت و رفاقت میں جدوجہد کرنے کا شرف حاصل رہا۔ مولانا کی دینی، ملّی وسیاسی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں، مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے کہا ہے کہ مجلس احرار اسلام، جمعیت علماءِ اسلام کے غم اور صدمے میں برابر کی شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی حسنات قبول فرمائے، اُن کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین

مولانا عبدالمجید ندیم رحمۃ اللہ علیہ:

ممتاز خطیب مولانا عبدالمجید ندیم ۲۰ رصفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۳ر دسمبر ۲۰۱۵ء کو راولپنڈی میں انتقال کر گئے۔ انا للہ

وانا الیہ راجعون ۔ مولانا عبدالمجید ندیم نے ۱۹۶۰ء کی دہائی میں وعظ وتبلیغ کے میدان میں قدم رکھا۔ ان کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے تھا۔ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر سے متأثر ہوئے اور مجلس احرار اسلام میں شامل ہوگئے ۔ وہ مجلس احرار اسلام ڈیرہ غازی خان کے جنرل سیکرٹری بھی رہے۔ انہی دنوں انہوں نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تقاریر کا انتخاب ''باتیں ان کی یاد رہیں گی'' کے عنوان سے شائع کیا۔ کافی عرصہ بعد ''نوائے درویش'' کے نام سے دوبارہ شائع کیا۔ وہ اپنے دور کے کامیاب خطیب تھے۔ اندرون وبیرون ملک میں ان کے مداحین کا ایک بڑا حلقہ تھا۔ ایک طویل عرصہ تنظیم اہل سنت میں شامل رہے پھر علیحدہ ہوکر مجلس تحفظِ حقوق اہل سنت کے نام سے تنظیم بنائی۔ ان کا سیاسی رجحان جمعیت علماء اسلام کی طرف رہا۔ ایک طویل عرصہ ملتان میں قیام کیا۔ ایک بیٹا جواں مرگ ہوگیا تو ملتان چھوڑ کر راولپنڈی سکونت اختیار کر لی۔ وہ جہاں رہے اور جہاں گئے اپنی خطابت سے عوام کو مستفید کرتے رہے۔ انہوں نے ایک بھرپور تبلیغی زندگی گزاری۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے آمین

☆ چنیوٹ میں ہمارے کرم فرما مبلغ ختم نبوت مولانا بلال احمد کے والد ماجد ۳۰ رنومبر کو انتقال کر گئے ۔

☆ بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم ملتان کے ناظم جام ریاض احمد اور جناب ماسٹر محمد شفیع (ماہڑہ مظفر گڑھ) کے والد ماجد حاجی واحد بخش مرحوم ۷ ردسمبر اور چچازاد بہن ۹ ردسمبر کو انتقال کر گئے ۔

☆ مجلس احرار اسلام بھکر کے قدیم اور وفادار کارکن صوفی غلام اکبر کا جوان بیٹا حافظ محمد خالد مرحوم ۔ انتقال: ۱۲ ردسمبر ۲۰۱۵ء

☆ مجلس احرار اسلام جھنگ کے قدیم کارکن طارق ندیم صاحب کی والدہ ماجدہ، انتقال: ۱۷ ردسمبر ۲۰۱۵ء

☆ مجلس احرار اسلام چنیوٹ کے قدیم اور وفادار کارکن محمد صفدر کا جواں سال بیٹا مولوی محمد اصغر معاویہ، انتقال: ۱۰ ردسمبر ۲۰۱۵ء

☆ چیچہ وطنی میں قدیم احرار ساتھی ڈاکٹر اللہ بخش کی بڑی ہمشیرہ (ڈاکٹر رشید احمد طاہر مرحوم کی اہلیہ) انتقال: ۲۷ رنومبر اسلام آباد

☆ چیچہ وطنی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ دار اور ہمارے معاون حاجی کفایت اللہ کی اہلیہ انتقال: ۳۰ رنومبر ۲۰۱۵ء

☆ محمد وسیم (فضل دین ٹریڈرز چیچہ وطنی) کے والد گرامی، انتقال: ۴ ردسمبر

☆ چیچہ وطنی میں ہمارے مہربان محمد یوسف (الیکٹرک سٹور) کے جواں سال فرزند عبدالرحمٰن، انتقال: ۶ ردسمبر

☆ ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے سرکولیشن منیجر محمد یوسف شاد کے ماموں زاد بھائی ابوزاھد طارق اقبال، انتقال ۱۹ ردسمبر

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں، ان کی حسنات قبول فرمائیں اور درجات بلند فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین اور ساری امت کے لیے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں ۔ (ادارہ)

یونیک
فاسٹ
ٹریولز اینڈ ٹورز
(پرائیویٹ) لمیٹڈ
تمام ایئر لائنز کی ٹکٹیں سستے ترین ریٹ میں حاصل کریں
عمرہ
گروپ کے ساتھ
نزدیک ترین رہائش
بہترین سروس
کے بہترین پیکج
علماء کرام گروپ کے ساتھ فری عمرہ پیکج حاصل کریں
سعودی عرب
دبئی
ملائیشیا
تھائی لینڈ
سری لنکا
چائینہ
سنگا پور
قطر
فلپائن
ماسکو
عراق
ازبکستان
مسقط
کے ویزٹ ویزے معلومات
چیف ایگزیکٹو
مولانا محمد ابوبکر
03004002993
03454002993
بھمبر روڈ کوٹلہ گجرات
053-7575174
053-7575175

بولان کا خالص

سرکہ سیب

(ایکسٹرا کوالٹی)

- دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
- کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
- ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
- موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔

گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت مند اور خوبصورت بناتا ہے۔

- رنگت نکھارتا ہے۔

Regd # QA/F/31

BOLAN'S®

Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ 28 نومبر 1961ء

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی و فکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ حفظ و ناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے
★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف و نحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر و تحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ و ناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ و عشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053
یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم
مدرسہ معمورہ ملتان